MIRRAT UL ARIFEEN INTERNATIONAL

ماھنامہ

لاہور

مرآۃ العارفین انٹرنیشنل

جلد نمبر 23

شمارہ نمبر 04

اگست 2022ء، محرم الحرام 1444ھ

WWW.MIRRAT.COM

پاکستان نمبر

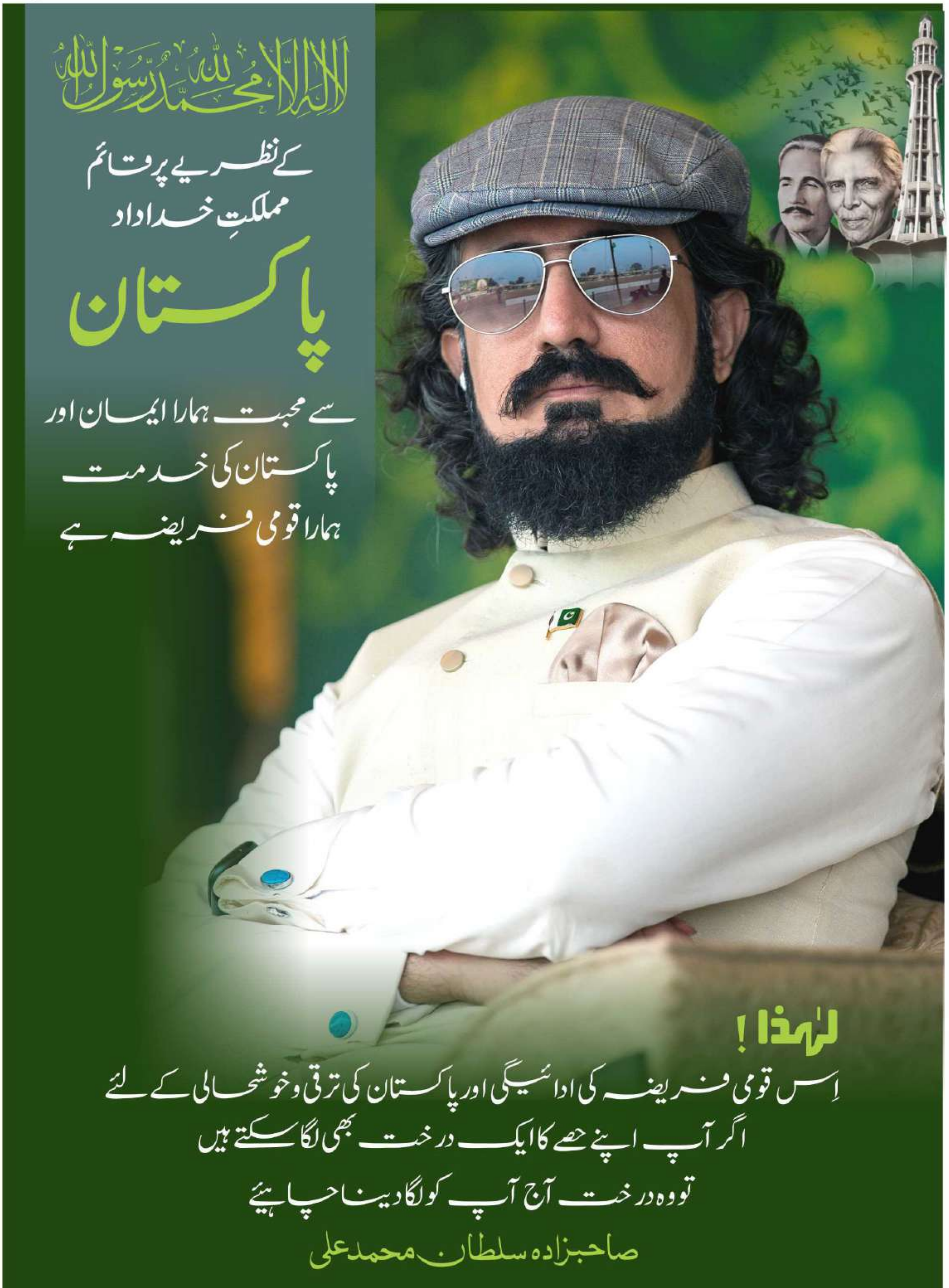
لاالٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ
کے نظریے پر قائم
مملکتِ خداداد
پاکستان
سے محبت ہمارا ایمان اور
پاکستان کی خدمت
ہمارا قومی فریضہ ہے
لہٰذا !
اِس قومی فریضہ کی ادائیگی اور پاکستان کی ترقی وخوشحالی کے لئے
اگر آپ اپنے حصے کا ایک درخت بھی لگا سکتے ہیں
تو وہ درخت آج آپ کو لگا دینا چاہیئے
صاحبزادہ سلطان محمد علی

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

فیضانِ نظر

سُلطان الفقر حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی صاحب

چیف ایڈیٹر صاحبزادہ سلطان احمد علی

ایڈیٹوریل بورڈ
- سید عزیز اللہ شاہ ایڈووکیٹ
- مفتی محمد شیر القادری
- افضل عباس خان

مسلسل اشاعت کا تئیسواں سال

MIRRAT UL ARIFEEN INTERNATIONAL

ماہنامہ مرآۃ العارفین انٹرنیشنل لاہور

اگست 2022ء، محرم الحرام 1444ھ

نکل کر خانقاہوں سے ادا کر رسمِ شبیری (اقبال)

سلطان العارفین حضرت سلطان باھُو کی نسبت سے شائع ہونے والا فلسفۂ وحدانیت کا ترجمان،
اصلاحِ انسانیت کا پیمبر، اتحادِ ملّتِ بیضا کے لئے کوشاں، نظریۂ پاکستان کی روشنی میں استحکامِ پاکستان کا داعی

اس شمارے میں

1	اقتباس		3

اداریہ

2	دستک		4

پاکستان نمبر

3	امنِ عالم اور بنیادی انسانی حقوق کے لیے پاکستان کے کردار کا مختصر جائزہ	مہر ساجد علی گھیانہ ایڈووکیٹ	6
4	اسلاموفوبیا کے خلاف پاکستان کا کردار	محمد محبوب	11
5	پاکستان کی نسلِ نو اور انکے عالمی ہم عصر کا تقابلی جائزہ	بابر جان خوازی خیل	17
6	منزلِ مقصود: سفر ابھی باقی ہے	محمد ذیشان دانش	22
7	پاکستانی اردو شعراء کی شاعری میں جذبہ حب الوطنی اور پاکستانیت	مستحسن رضا جامی	26
8	تعمیرِ پاکستان میں شاہی ریاستوں کا کردار اور موجودہ امکانات	صاحبزادہ سلطان احمد علی	33

باھُو شناسی

9	Abyat e Bahoo	Translated by: M.A Khan	49

آرٹ ایڈیٹر
- محمد احمد رضا
- واصف علی

اندرون ملک نمائندے

شہر	نمائندہ
اسلام آباد	مہتاب احمد
کراچی	لئیق احمد
فیصل آباد	ڈاکٹر غضنفر عباس
ملتان	شبیر حسین
لاہور	حافظ محمد ریحان
کوئٹہ	رسالت حسین
پشاور	سید حسین علی شاہ

بیرون ممالک نمائندے

ممالک	نمائندگان
اٹلی	چوہدری ناصر حسین
انگلینڈ	منظور احمد خان
ساؤتھ افریقہ	آصف ملک
سعودی عرب	مہر کریم بخش
سپین	محمد عقیل
کینیڈا	ثقلین عباس
متحدہ عرب امارات	نصیر شاہ
ملائشیاء	محمد شفقت
یونان	محمد شکیل

فی شمارہ نیوز پیپر	فی شمارہ آرٹ پیپر
70 روپے	100 روپے
سالانہ (ممبرشپ) 840 روپے	سالانہ (ممبرشپ) 1200 روپے

سعودی ریال	امریکی ڈالر	یورپین پونڈ
800	400	280

اپنی بہترین اور موثر کاروباری تشہیر کیلئے مرآۃ العارفین میں اشتہار دیجئے رابطہ کیلئے: 0300-8676572

برائے خط و کتابت ماہنامہ مرآۃ العارفین انٹرنیشنل P.O.Box No.11 جی پی او، لاہور E-mail: miratularifeen@hotmail.com
WWW.ALFAQR.NET, WWW.MIRRAT.COM

پبلشر سجاد علی چوہدری نے قاسم نعیم آرٹ پریس، بند روڈ، لاہور سے چھپوا کر کمرہ نمبر 9، سیکنڈ فلور، اسلم آرکیڈ 16 میکلوڈ روڈ، بخشی چوک لاہور سے شائع کیا

"وَ الَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا ؕ وَ اِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِیْنَ" (العنکبوت:69)

" اور جنہوں نے ہماری راہ میں کوشش کی، ضرور ہم انہیں اپنے راستے دکھادیں گے اور بے شک اللہ نیکوں کے ساتھ ہے "-

" حضرت انس بن مالک (رضی اللہ عنہ) سے مروی ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ارشاد فرمایا: اللہ عزوجل کی راہ میں نکلنا ان تمام چیزوں سے بہتر ہے جن پر سورج طلوع اور غروب ہوتا ہے اور حضرت ابو ایوب انصاری (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ارشاد فرمایا: "اللہ عزوجل کی راہ میں جہاد کیلئے صبح یا شام چلنا دنیا و مافیھا سے بہتر ہے "-(صحیح مسلم، بَابُ فَضْلِ الْغَدْوَةِ وَالرَّوْحَةِ فِی سَبِیلِ اللهِ)

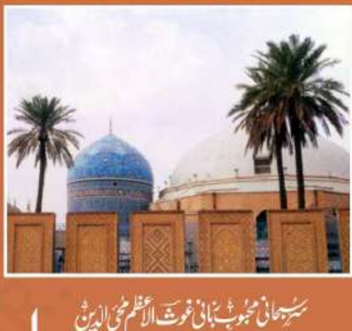

سبحانی محبوب ربانی غوث الاعظم محی الدین

سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ

فرمان

اے بیٹا! دنیا سے آگے بڑھ کر رضائے الٰہی تک پہنچ جا، تاکہ وہ تجھ سے راضی ہو جائے کیونکہ وہ راضی ہو کر تجھے اپنا محبوب بنالے گا- تُو اپنے قلب سے رزق کا غم نکال دے، رزق بغیر مشقت اور تکلیف اُٹھانے کے اللہ عزوجل کی طرف سے تیرے پاس آئے گا- دل سے ہر طرح کے غم نکال دے، سب غموں کا ایک غم بنالے، وہ ہے اللہ کا غم- جب تُو ایسا کرلے گا تو وہ تیرے سارے غموں کی کفایت کرے گا- تیرا غم وہ ہے جو تجھے غم میں ڈالے، اگر تیرا غم دنیا کیلئے ہے تو تُو دُنیا کا ساتھی ہے، اگر تیرا غم آخرت کے لیے ہے تو تُو آخرت کا ساتھی ہے اور اگر تیرا غم مخلوق کے لیے ہے تو تُو انہی کے ساتھ ہے (اور) اگر تیرا غم اللہ عزوجل کے لیے ہے تو تُو دنیا و آخرت میں اُسی کے ساتھ ہے-

(الفتح الربانی)

سلطان العارفین

حضرت سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ

فرمان

عاشق سوئی حقیقی جہڑا قتل معشوق دے منّے ھو
عشق نہ چھوڑے مکھ نہ موڑے توڑے سے تلواراں کھنّے ھو
جتول ویکھے راز ماہی دے لگے اوسے بنّے ھو
سچا عشق حسینؑ علیؑ دا باھوؒ سر دیوے راز نہ بھنّے ھو

(ابیاتِ باھُو)

فرمانِ قائداعظم محمد علی جناح رحمۃ اللہ علیہ

ایمان ، اتحاد، تنظیم

یاد رکھئے! کہ آج جو کچھ ہو رہا ہے کل آپ کو اس کی عنان سنبھالنی ہو گی- پس کیا آپ نے ان ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونے کے لیے جو آپ کے کندھوں پر پڑنے والی ہیں، اپنی تربیت حاصل کرلی ہے، خود کو نظم وضبط کا خوگر بنالیا ہے اور مناسب طور پر لیس کرلیا ہے؟ نہیں تو آگے بڑھئے اور اس کام کو آج سر انجام دے لیجئے- یہی مناسب وقت ہے اور میں آپ کی ہر کامیابی کے لیے دعا گو ہوں-(پنجاب مسلم اسٹوڈنٹس فیڈریشن کے نام پیغام سالانہ اجلاس کے موقع پر، راولپنڈی 27 فروری 1942ء)

فرمانِ علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ

آگ اس کی پھونک دیتی ہے برنا و پیر کو
لاکھوں میں ایک بھی ہوا گر صاحبِ یقیں
تو اپنی سرشت اب اپنے قلم سے لکھ
خالی رکھی ہے خامہ حق نے تری جبیں

(ضربِ کلیم)

فاشسٹ بھارت: موجودہ صدی میں اقلیتوں کا سب سے بڑا دشمن

اکیسویں صدی میں نام نہاد جمہوریت اور انسانی حقوق کا خود ساختہ علمبردار فاشسٹ بھارت دنیا کا واحد ملک ہے جہاں روزانہ کی بنیاد پر انسانی حقوق کی کھلی پامالی، نسل پرستی، نسل کشی، ناانصافی، ظلم و تشدد اور شدت پسندی و ریاستی دہشت گردی کی بھیانک تصویر دیکھنے کو ملتی ہے- اس وقت بھارت میں مسلمان، عیسائی، سکھ اور بدھ مت جیسی مذہبی اقلیتیں ہر طرح کے بنیادی حقوق سے محروم زبوں حالی کی زندگی بسر کر رہی ہے جن کی جان و مال کا تحفظ ہندو انتہا پسندوں کے رحم و کرم پر ہے- جب سے ہٹلر ثانی (نریندر مودی) برسرِ اقتدار آیا ہے تب سے بھارت میں اقلیتوں (بالخصوص مسلمانوں) کا جینا محال ہو چکا ہے- اذان، حجاب، لو جہاد اور گھر واپسی جیسی تحریک اس کی اندوہناک حالات پر تشویش کا اظہار کرتے ہوئے ساؤتھ ایشیا سٹیٹ آف مائنارٹیز کی رپورٹ (2020ء) میں واضح بتایا گیا ہے کہ بھارت نریندر مودی دورِ حکومت میں اقلیتوں اور حکومت کے نظریات سے اختلاف رکھنے والوں کے لیے خطرناک ملک بن گیا ہے- اپنے انتہا پسندانہ و نسل پرستانہ عزائم کی تکمیل اور مذہبی تعصب و نفرت کی آڑ میں آر ایس ایس (جس کا مقصد ہی بھارت سے اقلیتوں کا خاتمہ اور ہندوتوا کو فروغ دینا ہے) اور بی جے پی حکومت ہر طرح کی انسانی و اخلاقی اقدار، اقوامِ متحدہ کی سینکڑوں قراردادوں اور انسانی حقوق کے بین الاقوامی فیصلوں کی پرواہ کیے بغیر اقلیتوں کے خلاف اوچھے ہتھکنڈے استعمال کر رہی ہے- بھارت کی سب سے بڑی اقلیت مسلمانوں کی تاریخی نسل کشی اور انہیں سماجی، سیاسی، معاشی، آئینی اور مذہبی سطح پر پیچھے دھکیل کر ہندوتوا (Hindutva) نظریے کا فروغ اور ہندو راشٹرا (ہندو ملک) کا قیام اس کا منہ بولتا ثبوت ہے- راشٹریہ سیوک سنگھ (آر ایس ایس) کئی بار یہ اعلان کر چکی ہے کہ بھارت میں مسلمانوں کیلئے کوئی گنجائش نہیں- ان کیلئے تین راستے ہیں، مسلمان بھارت سے نکل جائیں، ہندو مت اختیار کر لیں یا پھر مرنے کے لیے تیار رہیں- ورلڈ آرگنائزیشنز اور سماجی محققین وماہرین نے بھارت کے ان فسطائیت زدہ اقدامات پر بھرپور خدشات کا اظہار کیا ہے- امریکہ کی تنظیم 'ورلڈ وِد آؤٹ جینوسائیڈ' کے بانی اور ایگزیکٹو ڈائریکٹر ڈاکٹر ایلن کینیڈی (Dr. Ellen Kennedy) نے امریکی کانگریس میں بریفنگ کے دوران کہا ہے کہ بھارتی حکومت ہولوکاسٹ کی طرح مسلمانوں کی نسل کشی کیلئے کمربستہ ہے- معروف سماجی دانشور نوم چومسکی (Noam Chomsky) کا اپنے ایک حالیہ بیان میں کہنا تھا کہ بھارت میں اسلاموفوبیا انتہائی مہلک اور خطرناک شکل اختیار کر چکا ہے جہاں 25 کروڑ بھارتی مسلمانوں کو مظلوم اقلیت میں تبدیل کر دیا گیا ہے- یہ مذموم بھارتی عزائم نہ صرف پوری دنیا پر ظاہر ہو چکے ہیں بلکہ گزشتہ چند سالوں سے خود بھارت کے اندر سے بھارتی اقلیتی جبر و ناانصافی کے خلاف آوازیں بلند ہو رہی ہیں- معروف بھارتی جرنلسٹ آکار پٹیل نے 2020ء میں شائع ہونے والی اپنی کتاب (Our Hindu Rashtra) میں بھارت کے اقلیت دشمن و غیر منصفانہ اقدامات کو بے نقاب کرتے ہوئے کہا ہے کہ 2011ء کی مردم شماری کے مطابق بھارت کی کل آبادی کا تقریباً 15 فیصد مسلمان ہیں جن میں 4.9 فیصد مسلمان حکومتی سطح پر، 4.6 فیصد مسلمان پیرا ملٹری سروسز، 3.2 فیصد لوگ انتظامیہ و پولیس کے محکمے جبکہ 1 فیصد سے بھی کم مسلمان بھارتی ملٹری فورس میں شامل ہیں- اسی طرح بھارتی لوک سبھا (قومی اسمبلی) میں صرف 27 مسلمان ممبران ہیں جو مسلمانوں کی آبادی کے لحاظ سے تقریباً 74 فیصد ہونے چاہیں- مزید نسل پرستی کی اس سے شرمناک مثال اور کیا ہو سکتی ہے کہ بھارتی جنتا پارٹی کی جانب سے کوئی بھی مسلمان لوک سبھا کا ممبر نہیں ہے اور 1998ء سے لیکر اب تک بھارتی ریاست گجرات سے کوئی مسلمان رکن الیکشن کیلئے نامزد نہیں ہوا حالانکہ گجرات کی کل آبادی کا 9 فیصد مسلمانوں پر مشتمل ہے- دلچسپ بات یہ ہے کہ بھارت کی انٹیلی جنس ایجنسی (RAW) میں آج تک کسی مسلمان کو شامل نہیں کیا گیا- اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ کس قدر بھارت میں سب بڑی اقلیت مسلمانوں کو سوچی سمجھی سازش کے تحت دیوار کے ساتھ لگایا جا رہا ہے- عیسائی کمیونٹی کی بات کی جائے تو FIACONA کی رپورٹ (اپریل 2022ء) کے مطابق 2021ء بھارت میں عیسائیوں کیلئے بہت زیادہ پرتشدد سال رہا ہے جس میں بلاواسطہ مودی سے جڑے ہندو قوم

پرست گروہوں کی طرف سے عیسائی اقلیت کے خلاف تقریباً 761 پر تشدد کاروائیاں ہوئی ہیں - جبکہ نیویارک ٹائمز کی خصوصی رپورٹ کے مطابق بھارت میں گزشتہ 5 برسوں میں عیسائیوں پر ظلم وستم میں نمایاں اضافہ ہوا ہے اور ایک منظم نفرت انگیز مہم کے ذریعے عیسائیوں کو نشانہ بنایا جارہا ہے - رپورٹ میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ ہندو انتہا پسند عیسائی برادری کی عبادت گاہوں کو نقصان پہنچا رہے ہیں اور عیسائیوں کو زبردستی ہندو مذہب اختیار کرنے پر مجبور کررہے ہیں - اس کے علاوہ دیگر اقلیتیں بھی انتہا پسند ہندو رویے اور نسل پرستانہ اقدامات کا سامنا کررہی ہیں -

بھارت کا مذہبی اقلیتوں کے ساتھ یہ غیر انسانی رویہ اور امتیازی سلوک (جس کی کسی مذہب یا آئین میں قطعاً اجازت نہیں ہے) دنیا سے ڈھکا چھپا نہیں لیکن اس کے باجود دنیا ایک طویل عرصے سے سرد مہری کا رویہ اپنائے ہوئے ہے - اب سوال یہ ہے کہ کیا بھارت کی اقلیت دشمن پالیسیز اور فاشسٹ اقدامات پر عالمی طاقتیں کوئی ایکشن لیں گی؟ ایسا سوچنا بے سود ہے کیونکہ بے حس عالمی رویہ اور دہرا معیار واضح کرتا ہے کہ پاور پولیٹکس زوروں پر ہے جس میں معاشی وتجارتی مفاد کی خاطر انسانی مفاد کو قربان کیا جاتا ہے - بدقسمتی تو یہ ہے کہ عالمی نظامِ انصاف اور انسانی حقوق کی تنظیموں کو بھی پاور پولیٹکس کی ہوا لگ گئی ہے جہاں مظلوم انسانیت کیلئے محض مذمتی بیانات اور برائے نام قراردادوں کے علاوہ کچھ بچا ہی نہیں - کشمیر کی مثال ہمارے سامنے ہے جہاں تیزی سے جاری بھارتی جرائم اور کرفیو کو تقریباً 3 سال مکمل ہو چکے ہیں لیکن عالمی اداروں کے ضمیر پر جوں تک نہیں رینگی کہ کشمیر میں بھارتی مظالم اور غیر آئینی کرفیو کا خاتمہ کروا کر کشمیریوں کے لئے بنیادی انسانی حقوق کو یقینی بنانے کے ساتھ ساتھ انہیں حقِ خودارادیت دلایا جائے - ایک رپورٹ کے مطابق صرف سال 2021ء میں قابض بھارتی فوج نے معصوم بچوں اور خواتین سمیت 210 کشمیریوں کو شہید کیا ہے جن میں 65 افراد کو جعلی ان کاؤنٹر میں شہید کیا گیا جبکہ گزشتہ سال میں 2716 کشمیریوں کو گرفتار اور 487 افراد کو زخمی کیا جا چکا ہے -

موجودہ تناظر میں دیکھا جائے تو ضرورت اس امر کی ہے کہ دنیا بھر میں نسلی یا مذہبی بنیادوں پر مسلمانوں پر ڈھائے جانے والے مظالم کے خلاف اسلامی دنیا کو متحد ہو کر عالمی فورمز پر مؤثر آواز بلند کرنا ہو گی - مثلاً مسلم ممالک کی اپیل پر اقوامِ متحدہ میں مسلمز پروٹیکشن لاء ان دی ورلڈ (Muslims Protection Law in the World) کے نام سے باقاعدہ ایک خصوصی قانون بنایا جانا چاہیے جس پر دنیا کے وہ تمام ممالک سختی سے عملدرآمد کے پابند ہونگے جو خونِ مسلم کے پیاسے ہیں اور جنہیں کرہ ارض پر مسلمانوں کا وجود برداشت نہیں -

مزید برآں! عالمی برادری کی ذمہ داری ہے کہ وہ معاشی وتجارتی مفادات کی بجائے انسانی مفادات کو ترجیح دے کیونکہ عالمی امن کا انحصار عالمی برادری کے کندھوں پر ہے - سچ تو یہ ہے کہ اس وقت دنیا کو بھارت میں انسانی حقوق کی سنگین پامالیوں، اقلیتوں سے امتیازی سلوک وناانصافی اور اقلیتوں پر تشدد و مظالم کی صورت میں بھارتی فاشزم کی سرکوبی کیلئے سنجیدہ اقدامات کرنا ناگزیر ہو چکا ہے جس کیلئے کوئی مستقل اور غیر جانبدارانہ عالمی قانون بنانا ہو گا تاکہ خطے میں امن واستحکام کو یقینی بنایا جا سکے - کیونکہ یہ حقیقت ہے کہ جب تک نریندر مودی کی فاشسٹ حکومت رہے گی تب تک بھارت میں نہ تو اقلیتوں کا تحفظ ممکن ہے اور نہ ہی جنوبی ایشیاء امن کا گہوارہ بن سکتا ہے -

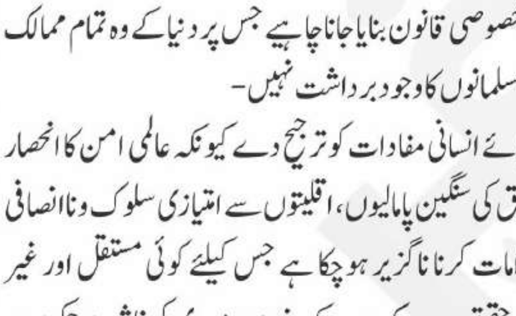

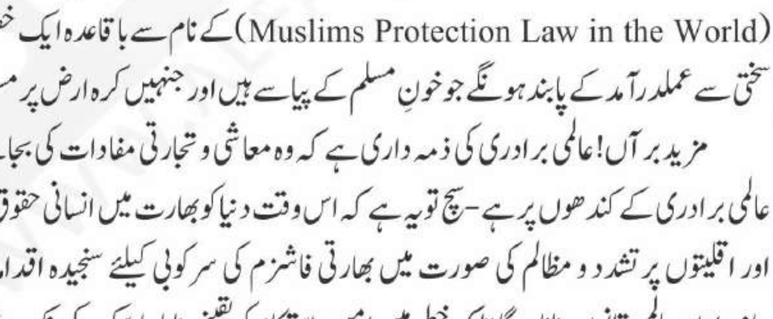

امنِ عالم اور بنیادی انسانی حقوق کے لیے پاکستان کے کردار کا مختصر جائزہ

مہر ساجد علی گھیانہ ایڈووکیٹ

پاکستان جس نظریہ کی بنیاد پہ معرضِ وجود میں آیا وہ نظریہ اسلام ہے- آئینِ پاکستان کی تمہید قرارداد مقاصد پر مشتمل ہے اس تمہید اور آئین کے پہلے آرٹیکل میں پاکستان کو اسلامی جمہوری مملکت قرار دیا گیا ہے - اسلام امن کا داعی ہے، انسانی حقوق کا علمبردار ہے، عدل و انصاف کا حکم فرماتا ہے، مساوات کا درس دیتا ہے اور امتیازی سلوک سے روکتا ہے-جیسا کہ اللہ پاک نے قرآن مجید میں فرمایا ہے اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہیں شاخیں اور قبیلے کیا کہ آپس میں پہچان رکھو- بیشک اللہ کے یہاں تم میں زیادہ عزّت والا وہ جو تم میں زیادہ پرہیز گار ہے- حضور نبی کریم (ﷺ) نے خطبہ حجۃ الوداع کے موقع پر ارشاد فرمایا: ’’اے لوگو! آگاہ ہو جاؤ کہ تمہارا رب ایک ہے اور بے شک تمہارا باپ (آدم (علیہ السلام)) ایک ہے- کسی عربی کو عجمی پر اور کسی عجمی کو عربی پر کوئی فضیلت نہیں اور کسی سفید فام کو سیاہ فام پر اور نہ سیاہ فام کو سفید فام پر فضیلت حاصل ہے، سوائے تقویٰ کے‘‘- اسلام نے جو جنگی اصول عطا کیے ہیں ان میں بھی انسانی حقوق کو مدنظر رکھا گیا ہے-

اسلام حقوق العباد پر بہت زیادہ زور دیتا ہے- تعمیل حقوق العباد کے سلسلے میں ایک وسیع نظام متعارف کرایا جسے میثاقِ مدینہ کہتے ہیں- میثاقِ مدینہ میں مسلمانوں کے آپس کے حقوق سے لے کر غیر مسلموں کے حقوق بھی واضح کیے گئے- اس میں رشتہ داروں، یتیموں، بیواؤں، ہمسائیوں حتیٰ کہ قیدیوں کے بھی بنیادی حقوق کا ذکر تھا- خطبہ حجۃ الوداع میں بھی حقوق انسانی کے مفصل ہدایات و احکام موجود ہیں- اسلامی ریاست نے جو حقوقِ انسانی عطا فرمائے ہیں وہ اس سے پہلے کسی ریاست میں نہیں ملتے- اقوامِ متحدہ کی جنرل اسمبلی میں 1948ء میں انسانی حقوق کے حوالے سے ایک قرار داد منظور کی گئی جسے یونیورسل ڈیکلیریشن آف ہیومن رائٹس کے نام سے موسوم کیا گیا اس کے بعد انسانی حقوق کے حوالے سے انٹرنیشنل کنونشن بنائے جاتے رہے ہیں جنہیں مختلف ممالک سائن اور ریٹیفائی کر چکے ہیں یا کریں گے - یونیورسل ڈیکلیریشن آف ہیومن رائٹس اور دوسرے انٹرنیشنل کنونشنز میں جن انسانی حقوق کا پرچار ہو رہا ہے ان میں سے زیادہ تر اسلام کے دیئے گئے حقوق ہیں جنہیں بدقسمتی سے آج مسلمان نظر انداز کر رہے ہیں-

امنِ عالم میں پاکستان کا کردار:

پاکستان کا امنِ عالم کے لیے کردار نمایاں ہے- پاکستان سب سے زیادہ امن دستے دینے والے ملک کے طور پر دنیا میں سرِفہرست ہے گزشتہ چھ دہائیوں سے اقوامِ متحدہ کی امن کاوشوں میں پاکستان کی دیرینہ حصہ داری اہمیت کی حامل ہے- اقوام متحدہ کے مختلف امن مشنز میں سب سے زیادہ تعداد میں اہلکاروں کو بھیجنے والے ممالک میں پاکستان تیسرے نمبر پر

ہے-ہر مشن کے دوران اپنے پیشہ ورانہ فرائض کی لگن، جذبے اور خیر سگالی سے انجام دہی کی بنیاد پہ پاکستانی امن دستوں کو نہایت عزت و افتخار سے نوازا گیا- پاکستان نے جنگ زدہ علاقوں میں امن کے چراغ جلانے کے لئے 1960ء میں اقوام متحدہ کے امن مشن میں شرکت کرتے ہوئے کانگو میں اپنا پہلا دستہ تعینات کیا اور اس کے بعد شورش زدہ علاقوں میں مستقل طور پر اپنے سکیورٹی اہلکار بھیجنا شروع کیے-

اب تک 2 لاکھ سے زائد پاکستانی امن دستے 26 ممالک میں اقوام متحدہ کی 46 امن کارروائیوں (مشنز) میں خدمات انجام دے چکے ہیں پاکستان کے 150 سے زائد بہادروں نے عالمی امن و سلامتی کے لیے جامِ شہادت نوش کیا- پاکستان نے ایک ریکارڈ ٹائم میں خواتین پیس کیپرز کو قیامِ امن کے لیے تعینات کیا- اقوامِ متحدہ سیکریٹریٹ کے عملے اور افسران کے درجے میں پاکستان کو 15 ویں امتیازی حیثیت حاصل ہوئی- پاکستان خاتون پولیس افسر شہزادی گلفام کو 2011ء میں انٹرنیشنل فی میل پولیس پیس کیپر کا اعزاز حاصل ہوا- وہ دنیا میں پہلی خاتون پولیس افسر ہیں جنہیں اس اعزاز سے نوازا گیا- میدانِ عمل میں قیامِ امن کیلئے خدمات کے ساتھ ساتھ پالیسی ڈویلپمنٹ کی سطح پر پاکستان کی کاوشیں مستقل بنیادوں پر جاری ہیں- سال 2020ء میں نائیک محمد نعیم رضا شہید کو اقوام متحدہ کا خصوصی میڈل عطا کیا گیا-[1] گزشتہ سال میانوالی سے تعلق رکھنے والے ایک جوان نائیک محمد نعیم رضا نے ایک امن مشن میں جام شہادت نوش کیا جس پر انہیں اقوام متحدہ کی طرف سے خصوصی میڈل عطا کیا گیا- 29 مئی 2020ء کو بھی پاک فوج کے سپاہی محمد عامر اسلم کو "Dag Hammarskjold Medal" دیا گیا- انہیں یہ میڈل نیویارک میں اقوام متحدہ امن مشن کی طرف سے منعقد ہونے والی ایک خصوصی تقریب میں دیا گیا-[2]

پاکستان گزشتہ کئی سال میں مستقل طور پر تعاون کرنے والے ممالک میں بڑا اور مؤثر ملک ہے- ہمارے جوانوں نے جنگ زدہ علاقوں کو معمول پر لانے، امن وامان بر قرار رکھنے اور انتخابات کی نگرانی کے ذریعے سیاسی تقسیم اور اقتدار کی کامیاب منتقلی کو یقینی بنانے میں بہت اہم کردار ادا کیا ہے- پاکستان کے مختلف سکیورٹی دستے ہیٹی، لائبیریا، صحارا، وسطی افریقہ، سوڈان، نیوگینی، نمیبیا، کمبوڈیا، صومالیہ، روانڈا، انگولا، سری لیون اور بوسنیا میں خدمات انجام دے چکے ہیں اور اس وقت بھی پاکستان کے فوجی کانگو، وسطی افریقی جمہوریہ، جنوبی سوڈان، صومالیہ، مغربی صحارا، مالی اور قبرص میں تعینات ہیں- ہمارے یہ بہادر جوان انتہائی مشکل حالات میں ان شورش زدہ علاقوں میں "بلیو ہیلمٹ" یعنی امن کا نشان سر پر سجائے خدمات انجام دے رہے ہیں- ہمارے یہ فوجی دستے انسانی ہمدردی کا جذبہ رکھتے ہوئے جنگ زدہ علاقوں میں امن کو بر قرار رکھتے ہیں-[3]

گزشتہ سال 29 مئی کے موقع پر بھی سیکرٹری جنرل یو این انتونیو گوتریس (Antonio Guterres) نے پاکستانی امن دستوں کی کوششوں کو سراہتے ہوئے کہا تھا: "پاکستان اقوام متحدہ امن مشن میں 'ٹاپ کنٹری بیوٹر' ہے- امن مشن میں شامل پاکستانی خواتین اور مرد اہلکاروں سے میری ملاقات بڑی متاثر کن تھی، میں ان کے جذبۂ امن کو داد پیش کرتا ہوں"-[4]

[1]https://mofa.gov.pk/ur
[2]https://www.hilal.gov.pk/urdu-article/detail/NTEyNw==.html
[3]Ibid
[4]Ibid

امریکی نائب معاون وزیر خارجہ ایلس ویلز نے پاکستانی خواتین کے امن کردار کو سراہتے ہوئے کہا: ”پاکستانی خواتین کا کردار نہایت متاثر کن ہے اور امن کے لئے ان کی خدمات کلیدی ہیں- پاکستان کانگو میں خواتین دستے تعینات کرنے والا پہلا ملک ہے“- کانگو میں پاکستانی خواتین پر مشتمل امن فوجیوں کے 15 رکنی دستے کو بہترین کارکردگی کا مظاہرہ کرنے پر اقوام متحدہ کی طرف سے میڈل سے نوازا گیا تھا- اس ٹیم میں ماہر نفسیات، ڈاکٹرز، نرسز، انفارمیشن آفیسر سمیت دیگر افسران شامل تھیں-[5]

امن مشنز میں پاکستان کی شمولیت کی تفصیل:

پاکستان نے اقوام متحدہ کے امن مشنز میں ایک ہراول دستے کا کام کیا ہے اور دنیا کے کئی ممالک میں امن کا پرچم بلند کیا ہے- کانگو میں اگست 1960ء سے لے کر مئی 1964ء تک تقریباً 4 سال تک پاک فوج نے 400 سپاہی اور افسران بھیج کر امن مشن میں حصہ لیا جس میں ٹرانسپورٹ یونٹس اور نیم فوجی دستے بھی شامل تھے- مغربی نیوگنی میں اکتوبر 1962ء سے لے کر اپریل 1963ء تک بھی پاک فوج کے 1 ہزار 500 جوانوں نے امن مشن میں اپنا کردار ادا کیا- نمیبیا میں اپریل 1989ء سے لے کر مارچ 1990ء تک پاک فوج نے اقوامِ متحدہ کے امن مشن کیلئے 20 عسکری مشاہدین بھیجے- یہاں بھی پاک فوج کا کردار سراہا گیا- کمبوڈیا میں بھی مارچ 1992ء سے لے کر نومبر 1993ء تک پاک فوج کے 1 ہزار 106 جوان امن مشن میں شریک ہوئے، جن میں عام فوجی، افسران اور سٹاف کے علاوہ بارودی سرنگوں کو صاف کرنے والا عملہ بھی شامل تھا- مارچ 1992ء سے لے کر فروری 1996ء تک بوسنیا ہرزیگووینا میں پاک فوج کے 300 سپاہی شریک ہوئے جن میں سے 6 شہید بھی ہوگئے- اگلا امن مشن اس سے بھی زیادہ تکلیف دہ ثابت ہوا جہاں مارچ 1992 سے لے کر فروری 1996ء تک صومالیہ میں پاک فوج کے 7 ہزار 200 اہلکار شریک ہوئے جن میں سے 39 شہید ہوگئے- ہیٹی میں پاک فوج کے 525 جوانوں نے 1993ء سے لے کر 1996ء تک تقریبا 3 سال تک امن مشن میں حصہ لیا- روانڈہ میں اکتوبر 1993ء سے لے کر مارچ 1996ء تک پاک فوج نے 7 عسکری مشاہدین کو بھیج کر امن مشن میں اہم کردار ادا کیا- اسی طرح انگولا میں فروری 1995ء سے لے کر جون 1997ء تک 14 عسکری مشاہدین بھیجے گئے- مشرقی سلوانیہ میں مئی 1996ء سے لے کر اگست 1997ء تک 1 ہزار 14 فوجی اہلکار اور سٹاف کو اقوامِ متحدہ کے امن مشن پر روانہ کیا گیا- سیرالیون میں اکتوبر 1999ء سے لے کر دسمبر 2005ء تک پاک فوج کے 5 ہزار فوجی بھیجے گئے جن میں سے 6 شہید ہوگئے- اقوام متحدہ کے 31 دسمبر 2021ء کے اعداد و شمار کے مطابق پاکستان کے 168 افراد نے اقوام متحدہ امن مشن پر شہادت کا رتبہ حاصل کیا اور پاکستان کے 4000 افراد اقوام متحدہ امن مشن پر تعینات ہیں-[6]

آج بھی پاک فوج کانگو، سنٹرل افریقہ، سوڈان، مالی، دارفور، ویسٹرن سحارا، قبرص اور صومالیہ جیسے افریقی ممالک میں امن مشنز میں حصہ لے رہی ہے جہاں ہزاروں کی تعداد میں پاک فوج کے سپاہی وطن سے دور خدمات سرانجام دینے میں مصروف ہیں-

بنیادی انسانی حقوق کے لیے پاکستان کا کردار:

پاکستان میں بنیادی انسانی حقوق کو بہت اہمیت حاصل ہے- آئینِ پاکستان میں ان کو شامل کیا گیا ہے- آئین کے

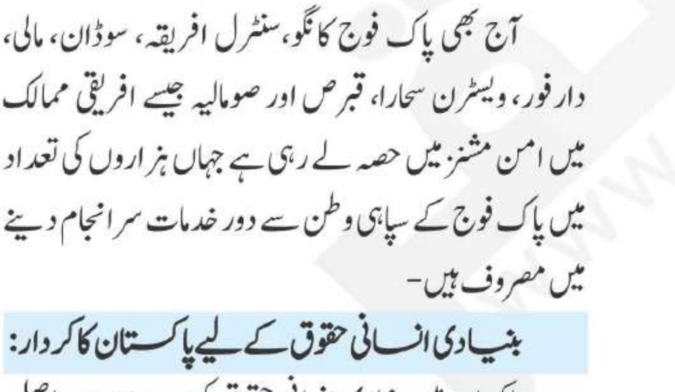

[5]Ibid

[6]https://www.hilal.gov.pk/urdu-article/detail/NjE4Mg==.html

آرٹیکل 8 سے 28 تک بنیادی انسانی حقوق کو شامل کیا گیا ہے۔ آرٹیکل 8 کہتا ہے کہ کوئی ایسا قانون نہیں بنایا جائے گا جو انسانی حقوق کے منافی ہو۔ آرٹیکل 9 زندگی اور آزادی کی ضمانت فراہم کرتا ہے۔ آرٹیکل 10 ملزم کو ضروری تحفظ فراہم کرتا ہے۔ آرٹیکل 10 اے منصفانہ سماعت کا حق دیتا ہے۔ آرٹیکل 11 غلامی اور جبری مشقت کی تمام صورتیں اور انسانی خرید و فروخت سے روکتا ہے۔ 14 سال سے کم عمر بچے کو کسی کارخانے یا کان یا دیگر پُرخطر ملازمت یا مزدوری کروانا منع ہے۔ آرٹیکل 12 مؤثر بہ ماضی سزا سے تحفظ فراہم کرتا ہے۔ آرٹیکل 13 دوہری سزا اور اپنے خلاف گواہی دینے پر مجبور کرنے سے منع کرتا ہے۔ آرٹیکل 14 شرفِ انسانی اور قانون کے تابع گھر کی خلوت کو قابلِ حرمت قرار دیتا ہے۔ آرٹیکل 15 نقل و حرکت اور رہائش وغیرہ کی آزادی مہیا کرتا ہے۔ آرٹیکل 16 اجتماع کی آزادی مہیا کرتا ہے۔ آرٹیکل 17 انجمن سازی کی آزادی عطا کرتا ہے۔ آرٹیکل 18 تجارت، کاروبار یا پیشے کی آزادی کا حق دیتا ہے۔ آرٹیکل 19 تقریر، آزادی اظہار رائے اور پریس وغیرہ کی آزادی کا حق فراہم کرتا ہے۔ آرٹیکل 19 اے معلومات تک رسائی کا حق عطا کرتا ہے۔ آرٹیکل 20 مذہب کی پیروی اور مذہبی اداروں کے انتظام کی آزادی کا حق دیتا ہے۔ آرٹیکل 21 کسی خاص مذہب کی اغراض کیلئے محصول لگانے سے تحفظ فراہم کرتا ہے۔ آرٹیکل 22 مذہب کے بارے میں تعلیمی اداروں سے متعلق تحفظات فراہم کرتا ہے۔ آرٹیکل 23 جائیداد خریدنے، قبضہ میں رکھنے اور فروخت کرنے کا حق عطا کرتا ہے۔ آرٹیکل 24 حقوق جائیداد کا تحفظ فراہم کرتا ہے۔ آرٹیکل 25 شہریوں سے مساوات کا حق دیتا ہے۔ آرٹیکل 25 اے 16 سال تک بچوں کو تعلیم دینا ریاست کی ذمہ داری گردانتا ہے۔ آرٹیکل 26 عام مقامات میں داخلہ سے متعلق امتیاز کے خلاف تحفظ فراہم کرتا ہے۔ آرٹیکل 27 ملازمتوں میں امتیاز کے خلاف تحفظ فراہم کرتا ہے۔ آرٹیکل 28 زبان، رسم الخط اور ثقافت کا تحفظ فراہم کرتا ہے۔[7]

پاکستان نے بہت سے انسانی حقوق کے کنونشن سائن اور ریٹیفائی کیے ہیں۔ انسانی حقوق کے حوالے سے تقریباً 7 بڑے انٹرنیشنل کنونشن اور 2 آپشنل پروٹوکول پاکستان نے سائن اور ریٹیفائی کر رکھے ہیں۔ بہت سے ممالک نے کچھ کنونشن ریٹیفائی نہیں کیے مگر پاکستان اس حوالے سے سب سے آگے ہے۔ مثلاً کنونشن آن دی رائٹس آف چائلڈ جو امریکہ نے آج تک ریٹیفائی نہیں کی مگر پاکستان نے ریٹیفائی کر رکھی ہے۔ جو انسانی حقوق کے لیے پاکستان کی کمٹمنٹ کو ظاہر کرتا ہے۔ انسانی حقوق بہم پہنچانے کے لیے پاکستان نے بہت سے ایکٹ اور آرڈیننس بنائے ہیں۔ پاکستان نے اقلیتوں کو حقوق اور حفاظت فراہم کی ہے اور کر رہا ہے۔ پاکستان کی پارلیمنٹ میں اقلیتوں کو مخصوص نشستیں فراہم کی گئی ہیں۔ پاکستان میں کئی بڑے عہدوں پہ غیر مسلموں کو لگایا گیا مثلاً پہلا آرمی چیف Frank Walter Messervy، جسٹس کارنیلیس وغیرہ۔

اگر پاکستان کا دوسرے ممالک کے ساتھ موازنہ کیا جائے تو بنیادی انسانی حقوق بہم پہنچانے میں پاکستان کئی ممالک سے آگے ہے۔ پاکستان میں انسانی حقوق عطا کیے گئے ہیں مگر کئی دوسرے ممالک میں بنیادی انسانی حقوق فراہم نہیں کیے جاتے جیسے بھارت میں مسلمانوں اور دوسری اقلیتوں کے ساتھ جو مظالم ہو رہے ہیں اس کی مثال نہیں ملتی۔ بھارت میں انسانی حقوق کی پامالی ہو رہی ہے۔ مثلاً مسلمانوں کو مکمل مذہبی آزادی نہیں ہے۔ ہندو اقلیتوں کے ساتھ ناروا سلوک کرتے ہیں۔ اسی وجہ

[7]Constitution of Pakistan 1973

سے بھارت میں کئی علیحدگی پسند تحریکیں چل رہی ہیں جن کو ہندوستانی فوج بزورِ بازو دبانے کی کوشش کر رہی ہے۔

انسانی حقوق کے حوالے سے پاکستان نے مندرجہ ذیل کنونشن ریٹیفائی کیے ہوئے ہیں:

- CAT - Convention against Torture and Other Cruel Inhuman or Degrading Treatment or Punishment
- CCPR - International Covenant on Civil and Political Rights
- CEDAW - Convention on the Elimination of All Forms of Discrimination against Women
- CERD - International Convention on the Elimination of All Forms of Racial Discrimination
- CESCR - International Covenant on Economic, Social and Cultural Rights
- CRC - Convention on the Rights of the Child
- CRC-OP-AC - Optional Protocol to the Convention on the Rights of the Child on the involvement of children in armed conflict
- CRC-OP-SC - Optional Protocol to the Convention on the Rights of the Child on the sale of children child prostitution and child pornography
- CRPD - Convention on the Rights of Persons with Disabilities

قومی کمیشن برائے انسانی حقوق:

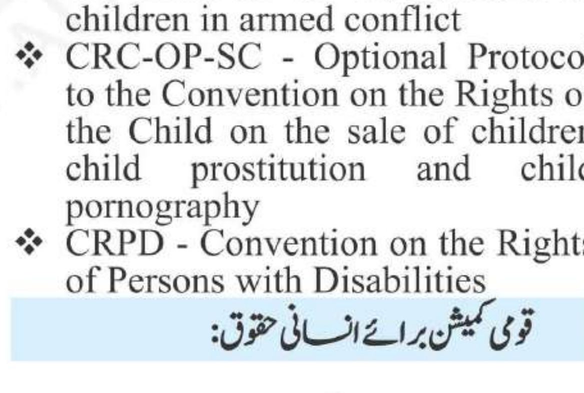

پاکستان نے اپنی بین الاقوامی ذمہ داریوں کی پاسداری کرتے ہوئے سال 2012 کے ایکٹ XVI کے تحت قومی کمیشن برائے انسانی حقوق (این سی ایچ آر) قائم کیا۔ قومی کمیشن برائے انسانی حقوق ایکٹ، 2012ء کے تحت کمیشن کو انسانی حقوق کے فروغ، تحفظ اور بجاآوری کیلئے وہ تمام وسیع اور ہمہ گیر اختیارات دیئے گئے ہیں جن کا اہتمام پاکستان کے آئین اور بین الاقوامی معاہدوں میں کیا گیا ہے۔ ایک غیر جانبدار ریاستی ادارے کے طور پر یہ کمیشن حکومت سے آزادانہ حیثیت میں کام کرتا ہے اور براہ راست پاکستان کی پارلیمنٹ کو جواب دہ ہے۔[8]

خلاصہ کلام:

پاکستان کی امن کے لیے کاوشیں بہت زیادہ ہیں اور ہر دور میں امن کے خواہاں عالمی رہنماؤں اور اقوام متحدہ کی طرف سے افواج پاکستان کی خدمات اور قربانیوں کو خراج تحسین پیش کیا جانا پاکستان کی عالمی امن اور سلامتی کی خاطر کی گئی عملی کوششوں کا واضح اعتراف ہے۔ پاکستان نے حقوقِ انسانی کیلئے بھی بہت زیادہ اقدامات کیے۔ آئینِ پاکستان میں حقوقِ انسانی کے حوالے ایک مکمل باب ہے جو پاکستان کی اس حقوقِ انسانی کے لیے کاوشوں کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ پاکستان کا قومی کمیشن برائے انسانی حقوق کا انعقاد پاکستان کی حقوقِ انسانی کے حوالے سے کمٹمنٹ کو ظاہر کرتا ہے یہ کمیشن انسانی حقوق کے مسائل پہ نظر رکھتا ہے۔

☆☆☆

[8]http://nchr.org.pk/urGenericText.aspx?id=3

اسلاموفوبیا
کے خلاف پاکستان کا کردار

محمد محبوب

اسلاموفوبیا:

اسلاموفوبیا دو الفاظ کا مجموعہ ہے، اسلام (Islam) اور فوبیا (Phobia)- لفظ فوبیا کا مطلب کسی چیز سے غیر معمولی خوف یا اضطراب محسوس کرنا ہے-

کیمبرج ڈکشنری کے مطابق اسلاموفوبیا:

"Islamophobia is unreasonable dislike or fear of, and prejudice against, Muslims or Islam."[1]

"اسلاموفوبیا مسلمانوں یا اسلام کے خلاف غیر معقول ناپسندیدگی یا خوف اور تعصب ہے"-

آکسفورڈ ڈکشنری کے مطابق:

"Islamophobia refers to the fear of and hostility toward Muslims and Islam, as well as the discriminatory, exclusionary, and violent practices arising from these attitudes that target Muslims and those perceived as Muslims".[2]

"اسلاموفوبیا سے مراد مسلمانوں اور اسلام کے خلاف خوف اور دشمنی ہے، نیز ان رویوں سے پیدا ہونے والے امتیازی، خارجی اور پر تشدد طرز عمل جو مسلمانوں اور ان لوگوں کو نشانہ بناتے ہیں جو مسلمان سمجھے جاتے ہیں"-

مختصراً اسلاموفوبیا سے مراد اسلام اور مسلمانوں سے خوف اور نفرت اور اسی بنا پر مسلمانوں اور اسلام کے خلاف لوگوں کو بھڑکایا جاتا ہے- مغرب اور یورپ میں کچھ عناصر کی جانب سے اسلام اور مسلمانوں کے نفرت اور شدت پسندی کی جڑیں کافی پرانی ہیں لیکن نائن الیون کے بعد مغرب میں اسلاموفوبیا کا لفظ کثرت سے استعمال ہونے لگا- اس واقعہ کے بعد مسلمانوں کو نفرت، حقارت اور تعصب کی نگاہ سے نہ صرف دیکھا جانے لگا بلکہ اسلام کو شدت پسندی اور دہشت گردی سے جوڑا جانے لگا-

عالمی سطح پر بڑھتے ہوئے اسلاموفوبیا کے واقعات اور اس کے اثرات:

سوچی سمجھی سازش کے تحت اسلام کو دہشتگردی اور شدت پسندی کے ساتھ جوڑا گیا تو خصوصاً یورپی اور مغربی معاشروں میں مسلمانوں اور اسلام کے خلاف نفرت اور تعصب کی لہر پیدا ہو گئی- لندن میں قائم Institute of Race Relations کے مطابق ورلڈ ٹریڈ سینٹر پر حملوں کیلئے نہ صرف اجتماعی طور پر مسلمانوں کو مورد الزام ٹھہرایا گیا بلکہ زمینی طور پر، یورپ بھر میں مسلمانوں کے اہداف پر نسلی تشدد میں اضافہ ہوا ہے-[3]

---

[1]Islamophobia by https://dictionary.cambridge.org/dictionary/english/islamophobia
[2]Islamophobia https://oxfordre.com/religion/religion/view/10.1093/acrefore/
[3]The Post-September 11 Rise of Islamophobia: Identity and the 'Clash of Civilizations' in Europe and Latin America Article | Insight Turkey Spring 2021 / Volume 23, Number 2

اس بنیاد پر یورپی مسلمان (جو 21 ملین سے زیادہ تھے)، اب جسمانی حملوں، قتل، ملازمت اور ہاؤسنگ مارکیٹوں میں امتیازی سلوک سے لے کر اسلامی مراکز اور مساجد کی توڑ پھوڑ تک کے مسائل کا سامنا کر رہے ہیں۔ ان واقعات سے مغرب میں رہنے والے مسلمانوں کو بڑھتے ہوئے نسلی، ثقافتی عصبیت اور زینو فوبیا کا مقابلہ کرنا پڑا جس کے نتیجے میں امتیازی سلوک، پسماندگی اور اکثر انہیں تشدد کا سامنا ہوتا ہے۔ امریکہ، کینیڈا، لاطینی امریکہ، آسٹریلیا، نیوزی لینڈ، میانمار اور خصوصاً بھارت کے علاوہ دیگر ممالک بھی اس میں شامل ہیں۔[4]

کونسل آن امریکن-اسلامک ریلیشنز (CAIR) نے 2020ء کے بعد سے ریاست ہائے متحدہ میں مسلمانوں سے شہری حقوق کی شکایات کی تعداد میں 9 فیصد اضافہ ہوا ہے۔ رپورٹ میں کہا گیا کہ:

"CAIR کو ملک بھر میں کل 6720 شکایات موصول ہوئیں جن میں امیگریشن اور سفر، امتیازی سلوک، قانون نافذ کرنے والے اداروں اور حکومت کی حد سے تجاوز، نفرت اور تعصب کے واقعات، قید کے حقوق، اسکول کے واقعات اور اینٹی بی ڈی ایس / آزادی اظہار رائے شامل ہیں"۔[5]

اسی طرح ایف بی آئی کی حالیہ نفرت پر مبنی جرائم کی رپورٹ کے مطابق پولیس کے محکموں نے 2020ء میں امریکہ میں 110 مسلم مخالف واقعات ریکارڈ کیے۔ خیال کیا جاتا ہے کہ واقعات اس رپورٹ سے کہیں زیادہ رونما ہوئے ہیں۔[6]

یورپی پارلیمنٹ ریسرچ سروس کی رپورٹ کے مطابق مسلم مخالف نفرت انگیز جرائم میں 2010ء میں 12 فیصد سے 2016ء میں 25 فیصد اضافہ ہوا ہے۔ اسی طرح 2019ء میں صرف جرمنی میں 871 مسلم مخالف نفرت انگیز جرائم رپورٹ ہوئے۔[7]

برطانوی ہوم آفس کے مطابق مارچ 2021ء کو ختم ہونے والے سال میں، جہاں متاثرہ شخص کا مذہب درج کیا گیا تو صرف نصف سے کم (45 فیصد) مذہبی نفرت پر مبنی جرائم میں مسلمانوں کو نشانہ بنایا گیا (2703 کل جرائم)۔[8]

یورپ کے چھوٹے سے ملک بیلجیئم میں سال 2019ء میں 278 اسلاموفوبیا کے واقعات رپورٹ ہوئے جبکہ فرانس میں 1043 کیسز رپورٹ ہوئے ہیں۔[9]

2019ء ہی میں نیوزی لینڈ کے شہر کرائسٹ چرچ میں اسلاموفوبیا کے ایک واقعہ میں 53 نمازی شہید ہوئے تھے۔

عالمی سطح پر بالخصوص اسلامی دنیا میں اسلاموفوبیا کے خلاف رائے عامہ ہموار کرنے میں پاکستان کا کردار:

اسلامی جمہوریہ پاکستان (جس کی اساس نظریہ اسلام پر ہے) نے ہمیشہ اسلامی دنیا کو درپیش چیلنجز کو حل کرنے اور اتحاد و یگانگت کے لئے اپنا اہم کردار ادا کیا ہے۔ پاکستان کی خارجہ پالیسی بانیان پاکستان کے وژن کے مطابق انہی اصولوں پر استوار ہے۔ 11/9 کے بعد خصوصاً مغرب اور یورپ میں آزادی اظہار رائے کے نام پر ہمارے پیارے نبی خاتم النبیین

[4]ibid
[5]US Muslims See Rise inIslamophobia
https://www.voanews.com/amp/us-muslims-see-rise-in-islamophobia-/6565523.
[6]ibid
[7]Countering Racism and Xenophobia in the EU, the European Commission (2019)
[8]Muslims most targeted group for hate crimes in England, Wales - https://www.trtworld.com/life/muslims-most-targeted-group-for-hate-crimes-in-england-wales-50723
[9]European Islamophobia report 2019.

(ﷺ) کی شان اقدس میں گستاخانہ خاکوں کی اشاعت ہو یا مسلمانوں کے خلاف بڑھتے ہوئے نفرت اور تعصب پر مبنی جذبات اور تشدد پسندانہ اقدامات کے خلاف ہمیشہ سے ایک مضبوط اور توانا آواز پاکستان سے بلند ہوئی ہے- حکومتی سطح کے علاوہ پاکستان میں عوامی سطح پر بھی جب بھی کوئی گستاخانہ عمل برپا ہو یا مسلمانوں پر ظلم و جبر اس بنا پر ہو کہ وہ اسلام کے ماننے والے ہیں، کے خلاف شدید رد عمل اور جذبات کو ٹھیس پہنچتی ہے - مارچ 2019ء میں نیوزی لینڈ کے شہر کرائسٹ چرچ میں ہونے والا اسلاموفوبیا کے واقعہ نے نہ صرف عالمی برادری بلکہ اسلامی دنیا میں ٹرننگ پوائنٹ ثابت ہوا- اس واقعہ کے اثرات نہ صرف اسلامی ممالک بلکہ عالمی دنیا میں مرتب ہوئے- پاکستانی قیادت نے اسلاموفوبیا کے تدارک کیلئے اسلامی ممالک اور عالمی سطح پر رائے عامہ ہموار کرنے کے لیے ایک مہم کا آغاز کیا- پاکستان کے سابق وزیر اعظم عمران خان نے پہلی مرتبہ ستمبر 2019ء میں اسلاموفوبیا کا مسئلہ اقوام متحدہ کے پلیٹ فارم پر اٹھایا-وزیر اعظم پاکستان نے پوری دنیا کے اسلاموفوبیا کے مسئلے پر بات کرتے ہوئے واضح کیا کہ:

> ”ہم چاہتے ہیں کہ آزادی اظہار رائے کو ہمارے (ﷺ) کی تضحیک اور توہین کے لیے استعمال نہ کیا جائے کیونکہ اس سے ہمیں (مسلمانوں کو) تکلیف ہوتی ہے“-[10]

پاکستانی قیادت نے مختلف اسلامی ممالک مثلاً ایران، سعودی عرب، ترکی، انڈونیشیا، ملائیشیا، مصر، متحدہ عرب امارات اور قطر وغیرہ کے سربراہان مملکت، وزرائے اعظم اور وزراء خارجہ کے سامنے دو طرفہ ملاقاتوں میں ہمیشہ اس بات پر زور دیا کہ باہمی لائحہ عمل سے کس طرح اسلاموفوبیا کے تدارک کے لیے اقدامات اٹھائے جا سکتے ہیں- وزیر اعظم نے اس ضمن میں 28 اکتوبر اور 18 نومبر 2020ء کو دو خطوط کے ذریعے او آئی سی رکن ریاستوں کے رہنماؤں سے رابطہ کیا تھا-اسی طرح عالمی برادری کے سامنے بھی دو طرفہ ملاقاتوں میں اسلاموفوبیا کا مسئلہ پوری شدت کے ساتھ اٹھایا گیا-وزیر اعظم پاکستان عمران خان نے Shanghai Cooperation Organization Council of Heads of State (SCO-CHS) conference میں اسلاموفوبیا پر بات کرتے ہوئے تمام سربراہان کی توجہ اس جانب مبذول کروائی کہ شنگھائی تعاون تنظیم کے تمام رکن ممالک کو تعصب اور امتیاز پر مبنی تفرقہ انگیز پالیسیوں کی مخالفت کرنے اور بین المذاہب اور بین الثقافتی ہم آہنگی کی تعمیر پر توجہ مرکوز کرنے کے لیے ہاتھ ملانا چاہیے-

انہوں نے کونسل سے یہ بھی اپیل کی کہ وہ دنیا بھر میں امن اور ہم آہنگی کے اپنے مطالبے پر استوار کرتے ہوئے ”تمام مذاہب اور عقائد کے باہمی احترام کا مطالبہ کرے“-[11]

پاکستان کی جانب سے بار بار اس مسئلہ پر توجہ مبذول کروانے کا مثبت پہلو یہ سامنے آیا کہ دنیا نے اسلاموفوبیا کے مسئلے کو سنجیدگی سے لیا اور اسلاموفوبیا کے خلاف بیانات دیئے جس سے پوری دنیا میں اسلاموفوبیا کے خلاف رائے عامہ ہموار ہوئی-

اس کے ساتھ 2014ء میں بھارت میں BJP حکومت کے بعد ہر گزرتے دن سے بھارتی مسلمانوں پر مظالم میں اضافہ

[10]Full Transcript of Prime Minister Imran Khan's speech at the UNGA https://www.brecorder.com/news/amp/5248

[11]https://www.geo.tv/latest/317834-sco-summit-2020-pm-imran-khan-addresses-council-of-heads-of-state-via-video-link-islamophobia

دیکھنے میں آرہا ہے- آج کل بھارت میں حجاب پر پابندی ایک اہم مسئلہ بن کر سامنے آیا ہے -حجاب پر پابندی در حقیقت مسلمان خواتین کو عدم تحفظ سے دوچار کرنے کے لیے مودی حکومت کی مسلم دشمن پالیسی کا شاخسانہ اور شدت اختیار کرتا اسلاموفوبیا کی طرف نشاندہی ہے - بھارتی ریاست کرناٹک میں نریندر مودی کی بی جے پی بر سر اقتدار ہے اور مسلمان طالبات پر تعلیمی اداروں میں حجاب پر پابندی لگائی جا رہی ہے، اس سے مسلمان طالبات خود کو غیر محفوظ سمجھ رہی ہیں-

پاکستان نے ہمیشہ ہندوستان میں مسلم اقلیت اور کشمیریوں پر ہونے والے مظالم اور انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کی نہ صرف شدید مذمت کی ہے بلکہ اقوام متحدہ سمیت ہر بین الاقوامی فورم پر بھارت کے مکروہ چہرے کو بے نقاب کیا ہے- پاکستان نے عالمی برادری کی بھارت میں ہندتوا نظریات پر مبنی شدت پسندی اور اسلاموفوبیا کے واقعات کی جانب توجہ مبذول کروائی ہے- بھارت، پاکستان میں سٹیٹ سپانسرڈ دہشت گردانہ کاروائیوں میں ملوث ہے جس کا واضح ثبوت کلبھوشن یادیو کی گرفتاری ہے-حالیہ اسلام آباد اعلامیہ میں او آئی سی نے بھی بھارت میں بڑھتے اسلاموفوبیا کی بھرپور مذمت کی ہے اور کہا ہے کہ:

’’ہم بھارت میں مسلمانوں کے خلاف امتیازی سلوک اور عدم برداشت کی منظم اور وسیع پالیسی کی مذمت کرتے ہیں جس کی وجہ سے وہ سیاسی، معاشی اور سماجی پسماندگی کا شکار ہوئے ہیں- ہم حجاب کو نشانہ بنانے والے امتیازی قوانین اور پالیسیوں سے ظاہر ہونے والے ہندوستان میں مسلم تشخص پر سب سے زیادہ نقصان دہ حملوں سے بہت پریشان ہیں- ہم ہندوستان سے مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ ایسے امتیازی قوانین کو فوری طور پر منسوخ کرے، ہندوستانی مسلمانوں کے حقوق کو یقینی بنائے اور ان کی مذہبی آزادیوں کا تحفظ کرے‘‘-[12]

بین الاقوامی برادری کا اسلاموفوبیا کے تدارک کیلئے حوصلہ افزاء بیانات اور اقدامات:

آئے روز یورپ اور مغربی معاشروں میں اسلاموفوبیا کے واقعات میں شدت اور پاکستان کے بھرپور مؤقف نے عالمی برادری کو بھی اس مسئلے کی سنگینی کا احساس دلایا- اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل انٹونیو گوٹریس نے اقوام متحدہ کی انسانی حقوق کونسل کی ایک حالیہ رپورٹ کا حوالہ دیتے ہوئے کہا کہ مسلمانوں کے خلاف شکوک و شبہات، امتیازی سلوک اور صریح نفرت ’’وبائی تناسب‘‘ تک بڑھ گئی ہے-[13]

روس کے صدر ولادیمیر پوتن کا اسلاموفوبیا کے خلاف بیان نہایت اہمیت کا حامل ہے - انہوں نے اپنے خطاب میں کہا کہ پیغمبر اسلام کی توہین مذہبی آزادی کی خلاف ورزی ہے اور اسلام کے پیروکاروں کے مقدس احساسات کی خلاف ورزی ہے-[14]

کینیڈا کے وزیر اعظم جسٹن ٹروڈو نے اپنے بیان میں اسلاموفوبیا کے تدارک کے لیے ایک نمائندہ خصوصی مقرر کرنے کا ارادہ ظاہر کرتے ہوئے کہا کہ ’’اسلاموفوبیا ناقابل قبول ہے، ہمیں اس نفرت کو روکنا ہے اور کینیڈین مسلمانوں کو ایک محفوظ ماحول فراہم کرنا ہوگا‘‘-انہوں نے یہ بھی کہا ہے کہ ہم اسلاموفوبیا سے نمٹنے کے لیے ایک خصوصی نمائندہ مقرر کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں، جو ہمیں اسلاموفوبیا سے نمٹنے میں مدد دے گا-[15]

[12]Islamabad Declaration
https://www.oic-oci.org/topic/?t_id=33947&t_ref=22694&lan=en
[13]UN leaders speak out against Islamophobia and anti-Muslim hatred
https://news.un.org/en/story/2021/03/1087572
[14]Putin Statement https://www.bbc.com/urdu/pakistan-59784542
[15]Islamophobia is unacceptable: Canadian PM Justin Trudeau –
https://www.geo.tv/amp/395987-islamophobia-is-unacceptable-canadian-pm-justin-trudeau

وزیر اعظم پاکستان نے روسی صدر ولادیمیر پوتن اور کینیڈا کے وزیر اعظم کے بیانات کی تعریف کی اور اس مسئلے سے نمٹنے کے لیے مل کر ساتھ چلنے کا عزم کیا-

پاکستان کا اسلاموفوبیا کے خلاف او آئی سی میں کردار:

پاکستان کا شمار او آئی سی کے بانی ممالک میں ہوتا ہے- پاکستان نے ہمیشہ او آئی سی کے پلیٹ فارم کے ذریعے امہ کو درپیش چیلنجز سے نمٹنے کے لیے اپنا اہم کردار ادا کیا ہے- حالیہ چیلنجز میں اسلاموفوبیا کا مسئلہ زور پکڑ رہا ہے- پاکستان نے پہلی مرتبہ او آئی سی کے پلیٹ فارم پر سربراہان مملکت کے سامنے اسلاموفوبیا کا مسئلہ اجاگر کیا-

مکہ میں ہونے والی او آئی سی کی 14ویں سربراہی سمٹ کے دوران وزیر اعظم پاکستان نے اسلامی دنیا کے سربراہان کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ "جب بھی مغربی دنیا میں ہمارے پیغمبر (ﷺ) کی توہین کی جاتی ہے او آئی سی اور اسلامی دنیا سے اس طرح سے رد عمل نہیں دیا جاتا ہے جس طرح رد عمل آنا چاہیے- یہ ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم مغربی دنیا کو بتائیں کہ کس طرح پیغمبر اسلام (ﷺ) کی توہین سے 1.9 بلین مسلمانوں کی دل آزاری ہوتی ہے"-[16]

او آئی سی کے نائیجر میں ہونے والے 47ویں وزرائے خارجہ اجلاس میں پاکستان نے اسلاموفوبیا کے خلاف مسلم امہ کو اکٹھا کرنے میں بھرپور کامیابی حاصل کی- اس اجلاس کے دوران پاکستان کی ہی کاوشوں سے اوآئی سی نے ایک قرارداد منظور کی- جس کی بنا پر پہلی مرتبہ 15 مارچ کو "International Day to Combat Islamophobia" قرار دیا گیا- اس قرارداد میں کہا گیا تھا کہ اسلام اور حضور نبی کریم (ﷺ) سے مسلمانوں کی محبت وعقیدت کے بارے میں آگاہی اور شعور پھیلانے کی ضرورت ہے- تمام مذاہب کے درمیان پرامن بقائے باہمی اور احترام کی اقدار کے فروغ کی ضرورت ہے- اسلام سے متعلق منفی اور گمراہ کن اطلاعات کے پھیلاؤ کو روکنے کی اشد ضرورت ہے"-[17]

OIC کے سیکرٹری جنرل حسین ابراہیم طٰہ اسلاموفوبیا کے خلاف پاکستان کی کاوشوں کی کئی بار تعریف کر چکے ہیں-

حالیہ 22 اور 23 مارچ کو پاکستان کی میزبانی میں اسلام آباد او آئی سی وزرائے خارجہ کونسل کے 48ویں اجلاس کے دوران متعدد اسلامی ممالک کے وزرائے خارجہ اور نمائندگان نے اسلاموفوبیا کے خلاف پاکستان کے کردار کی تعریف کی اور سراہا- ایران کے وزیر خارجہ نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ "اسلاموفوبیا کے خلاف قرارداد لانے میں ہم اپنے برادرانہ ملک پاکستان کے کردار کو سراہتے ہیں"-

سعودی عرب کے وزیر خارجہ شہزادہ فیصل بن فرحان نے کہا کہ "اسلاموفوبیا کے تدارک کے لئے اقوام متحدہ کی جانب سے ایک مخصوص دن کرنے کی کامیابی حاصل کرنے پر میں اسلامیہ جمہوریہ پاکستان کو مبارکباد پیش کرنا چاہتا ہوں"-

او آئی سی اسلام آباد اعلامیہ میں اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کے متفقہ فیصلے کے مطابق 15 مارچ کو اسلاموفوبیا سے نمٹنے کیلئے عالمی دن کے طور پر منانے اور او آئی سی کی طرف سے خصوصی ایلچی مقرر کرنے کے فیصلے کا بھی خیر مقدم کیا گیا ہے-

[16]PM Imran Khan delivers keynote speech at 14th OIC Summit in Makkah - https://www.thenews.com.pk/amp/478832-pm-imran-khan

[17]OIC adopts Pakistan's resolution against Islamophobia | The Express Tribune – https://tribune.com.pk/story/2273918/oic-adopts-pakistans-resolution-against-islamophobia-delivers-keynote-speech-at-14th-oic-summit-in-makkah

اقوام متحدہ میں اسلاموفوبیا کے تدارک کیلئے قرارداد اور پاکستان کا کردار:

جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا ہے کہ ستمبر 2019ء میں پاکستان کے وزیر اعظم نے اقوام متحدہ کے پلیٹ فارم جنرل اسمبلی سے اسلاموفوبیا کے مسئلے اور اس کی احساسیت کو اجاگر کیا۔ جون 2019ء میں، پاکستان نے اسلاموفوبیا اور مذہبی تعصب سے نمٹنے کیلئے اقوام متحدہ کے ایکشن پلان کی حمایت کی اور اس رجحان سے نمٹنے کے لیے قانونی طریقہ کار کی ضرورت پر زور دیا۔ اقوام متحدہ کی حکمت عملی اور ایکشن پلان نفرت انگیز تقریر کی شناخت، روک تھام اور ان کا مقابلہ کرنے کے اہم مقصد کے ساتھ پورے نظام میں پروگرام فراہم کرتا ہے۔

اس دوران پاکستان نے whole of government اور whole of society حکمت عملی کو اپنانے پر زور دیا۔[18]

2020ء میں نائیجر میں ہونے والی او آئی سی وزرائے خارجہ اجلاس میں کور ممالک گروپ پاکستان، مصر، ایران، انڈونیشیا، اردن اور سعودی عرب نے 15 مارچ کے دن کو اسلاموفوبیا کے تدارک کے لیے عالمی دن قرار دینے کے لئے اقوام متحدہ کی قرارداد کے متعلق کونسل سے ڈرافٹ منظور کروایا۔ منظوری کے بعد یہ ڈرافٹ دیگر ممالک کے سامنے پیش کیا گیا۔ جن میں چائنہ اور روس نے سب سے پہلے منظوری دی۔

بل آخر اقوامِ متحدہ کی جنرل اسمبلی (یو این جی اے) نے منگل کو اسلامی تعاون تنظیم (او آئی سی) کی جانب سے پاکستان کی طرف سے پیش کی گئی ایک قرارداد کو اتفاق رائے سے منظور کر لیا جس میں عالمی سطح پر تحمل اور امن کے کلچر کو فروغ دینے کے مقصد کے طور پر 15 مارچ کو اسلاموفوبیا سے نمٹنے کا عالمی دن منانے کا اعلان کیا گیا ہے۔ قرارداد کو او آئی سی کے 57 ارکان اور چین اور روس سمیت آٹھ دیگر ممالک نے اسپانسر کیا۔ کئی رکن ممالک نے اس دستاویز کو سراہا۔[19]

او آئی سی اور اقوام متحدہ میں پیش ہونے والی اس قرارداد اور تحریک کی روح رواں پاکستانی قیادت، او آئی سی اور اقوام متحدہ میں مستقل پاکستانی مشن ہے۔ جنہوں نے دن رات محنت کر کے ایک متفقہ قرارداد لانے میں کامیابی حاصل کی۔

اختتامیہ:

اقوام متحدہ کی جانب سے اسلاموفوبیا کے تدارک کے لیے 15 مارچ کا عالمی دن مقرر ہونا اس مسئلے کی سنگینی کو ظاہر کرتا ہے۔ اسلام امن، سلامتی، محبت، پیار، رواداری اور برداشت کا دین ہے۔ جو اس بات کا درس دیتا ہے کہ الخلق عیال اللہ۔ آج ضرورت اس امر کی ہے کہ مکالمہ، تحریر اور اکیڈمک تحقیق کے ذریعے اسلاموفوبیا کے خلاف خصوصاً مغرب میں ایک مضبوط بیانیہ عام کیا جائے۔ بطور مسلمان ہم سب پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ انفرادی سطح پر تحقیق اور ڈائیلاگ کے کلچر کو پرموٹ کر کے دین اسلام کا حقیقی پیار اور رحمت بھرا پیغام عام کیا جائے۔

☆☆☆

[18]Pak to UN on Islamophobia
https://nation.com.pk/2019/06/20/pakistan-for-un-action-against-islamophobia-hate-speech/
[19]Landmark resolution': UNGA declares March 15 as International Day to Combat Islamophobia - World - DAWN.COM - https://www.dawn.com/news/1680128

پاکستان کی نسلِ نو
اور اُنکے عالمی ہم عصر کا تقابلی جائزہ
(علمی، تخلیقی و تحقیقی صلاحیت کے تناظر میں)

بابر جان خوازی خیل

قیام پاکستان کا مقصد محض زمین کا ایک ٹکڑا حاصل کرنا نہیں تھا، بلکہ ایک ایسی ریاست کا قیام تھا جہاں اسلامی اصولوں کی روشنی میں ایک سیاسی، سماجی، تعلیمی اور معاشی نظام تشکیل دے کر ایک جدید فلاحی ریاست کا نمونہ پیش کیا جاسکے جو فکر و تدبر سے نسل انسانی کے موجودہ مسائل کا ممکنہ حل پیش کر سکے- جیسا کہ قائد اعظمؒ نے فرمایا تھا:

> *The creation of a state of our own was a means to an end and not the end in itself[1].*
> *Wo do not Demand Pakistan Simply to have a piece of land but we want a Laboratarywher we could experiment on Islamic Principles.[2]*

بد قسمتی سے پاکستان کی 75 سالہ تاریخ میں ہماری قوم نے عالمی معیارات اور امکانات کو مد نظر نہیں رکھا- نسل انسانی میں جتنی بھی جدت اور انقلاب آئے ہیں ان کے پیچھے ہر طبقہ کے افراد کی فکر کار فرما رہی ہے -بقول علامہ اقبالؒ:

> جہانِ تازہ کی افکارِ تازہ سے ہے نمود
> کہ سنگ و خِشت سے ہوتے نہیں جہاں پیدا

کچھ عرصہ قبل ایک ایجوکیشنل ایکسچینج پروگرام کے تحت امریکہ کے مختلف تعلیمی اداروں میں نصابی اور غیر نصابی سرگرمیاں دیکھنے کا اتفاق ہوا- وہاں گریڈ 8 لیول کے ایک سکول میں نسل نو کیلئے مختلف سرگرمیوں کی شکل میں ایک کاوش دیکھی- ان میں Carrier Choice- 1 (شعبہ زندگی) ہے- ابتداء میں ہی بچوں کو ایساماحول فراہم کیا جاتا ہے جس کا مقصد اُن کی دلچسپی، شوق، وابستگی اور رجحان کی شناخت کرنا تھا- کیونکہ انسان اُسی فیلڈ میں نام پیدا کر سکتا ہے جس میں اُس کا ذوق ہوتا ہے -دیگر اقوام کی نسلِ نو اپنے خوبواں کو پورا کرنے کیلئے اپنے مستقبل کا انتخاب خود کرتے ہیں- جبکہ ہمارے ہونہار مستقبل کی سمت کا تعین والدین کی چاہت یا بہتر معاشی حالات کی بنیاد پر کرتے ہیں- ایک چیز ActivityEnrichment ہے-اس سرگرمی میں بچے کسی پروجیکٹ کا انتخاب کرتے ہیں، جیسے کچھ بچے کمپیوٹر پروجیکٹ کے ذریعے یورپین ہسٹری پر ایک پریزنٹیشن تیار کر رہے تھے تو کچھ نے کمرہ عدالت کا خاکہ بنا کر میزانِ عدل تھام رکھا تھا- جج، ملزم، وکیل کے کردار ادا کر رہے تھے -اس طرح وہ اپنے پسندیدہ شعبہ میں اپنی علمی قابلیت اور صلاحیت بڑھا کر کم عمری میں ہی اس کے مطلوبہ معیارات سے روشناس ہو جاتے ہیں- چونکہ ان کا پیشہ اُن کے پسندیدہ مشغلے کی طرح ہوتا ہے پھر کیوں نا وہ اُس میں کمال کو پہنچیں، تحقیق اور جدت

[1] 11Oct 1947

[2] Address at Islamia College Peshawar 1946

متعارف کروائیں؟ اس کے برعکس وطن عزیز کی نسل نو کی کوششوں کا محور اچھے گریڈ و ڈگری تو ہے لیکن پیشہ ورانہ مہارت اور عملی زندگی کی قابلیت پر خاطر توجہ نہیں-

سکول میں ان کا ایک Slogan ہوتا ہے جو درحقیقت ترقی یافتہ دنیا کی نسل نو کے مزاج کی عکاسی کرتا ہے-وہیں

When We Work, We Work Hard and then we play Hard.

ہماری نسل نو کو بھی اپنے رویے کامیابی کے اصولوں سے ہم آہنگ کرنے چاہیں- ہر وقت ایک ہی ذہنی حالت میں رہنے کی بجائے حالات کے پیش نظر اپنی کیفیت اور انداز فکر بدلنے چاہیں- اپنے دماغ سے آرام طلب، غیر سنجیدہ اور بے مقصد خیالات کو ترک کرنا چاہیے- بے مقصد آرزوؤں کے سحر میں مبتلا نوجوانوں کو اپنا ذہنی رویہ اور نقطۂ نظر بدلنے کی ضرورت ہے-

در دل شاں آرزوہاے ثبات
مردہ زایند از بطون امہات

"افسوس اس قوم پر کے جس کے نوجوان بے مقصد آرزوں کے مالک ہوں اور جو ماؤں کے پیٹ سے ہی مردہ پیدا ہوں"-[3]

اگر بغور جائزہ لیا جائے تو پس پردہ ایک فکر نظر آتی ہے- پہلے مرحلے میں بچے کے شوق یا میلان کی نشاندہی کی جاتی ہے- پھر اُس شعبہ سے متعلق مطلوبہ صلاحیتوں کو پروان چڑھایا جاتا اور بعد ازاں اُن کے رویوں پہ توجہ دی جاتی ہے- اس عمل کو ہیومن ڈیو پلیمنٹ کہتے ہیں جس کے مطابق فردِ واحد کو دو پہلوؤں میں بیک وقت تربیت اور ترقی کی ضرورت ہے-

1. سوشل ڈیو پلیمنٹ یعنی (اخلاقی، روحانی، ذہن سازی، کردار سازی کے حوالے سے ترقی)
2. فزیکل ڈیو پلیمنٹ یعنی (بہتر ٹریننگ، بہتر مہارت، بہتر تعلیم اور قابلیت کے اعتبار سے ترقی)

زیر نظر مضمون چونکہ ہماری نسل نو کی علمی، تحقیقی و تخلیقی عدم دلچسپی کے تناظر میں لکھا جارہا ہے اس لیے اس میں علم الادراک اور محسوسات کے تقابلی جائزہ پر زیادہ توجہ مرکوز ہے بہ نسبت علم عرفان کے، وگرنہ اس مسلمہ حقیقت سے کوئی انکار نہیں کہ علمِ عرفان کی عدم موجودگی میں علم محسوسات اور ادراک تعمیر کی بجائے تخریب ہی کرتا ہے-علمِ عرفان سے مراد عرفانِ ذات، عرفانِ انسانیت، عرفانِ حقیقتِ انسان اور عرفانِ مقصدِ تخلیقِ کائنات ہے-علم ادراک اور محسوسات کا تعلق مادی ترقی سے ہے جو روحانی اور سماجی ترقی کے بغیر غیر مؤثر ہے-جبکہ علمِ عرفان کا تعلق روحانی ترقی سے ہے اور روحانی ترقی کا تعلق اعلیٰ اخلاقی اقدار سے ہے اور یہی "سوشل ڈویلیپمنٹ" کا مقصود ہے-یورپ اور ترقی یافتہ ممالک فزیکل اور انٹلیکچول ڈیویلیپمنٹ کے باوجود روحانی اور سوشل ڈیویلیپمنٹ (جس کی طرف وہ کوشش تو کررہے ہیں لیکن اس کے اصل فریم ورک اور متعین قدروں سے ناواقف ہیں) میں پیچھے ہیں-یہی وجہ ہے کہ وہ معاشرے باوجود اتنی ترقی کے ریپ، گینگ ریپ، قتل، فیملی یونٹ کا تباہ ہونا، نسلی تعصب، طبقاتی ناہمواری، خودکشی میں اضافہ جیسے بہت سے دیگر معاشرتی مسائل کا شکار ہیں اور یہی عالمی نسل نو کیلئے سب سے بڑا چیلنج ہے-

تاریخ میں دانشوروں کی روح، جسم اور عقل پہ کی گئی بحث کو موجودہ انسانی ترقی کے تناظر میں دیکھیں تو پتہ چلتا ہے کہ جسم کا تعلق مادی ترقی سے ہے، عقل کا تعلق علمی و انٹلیکچول ترقی سے ہے اور روح کا تعلق اعلیٰ اخلاقی اقدار سے ہے- اسی لیے متوازن انسانی ترقی (ہیومن ڈیویلیپمنٹ) کیلئے تینوں پہلوؤں کو ملحوظِ خاطر رکھنا ضروری ہے- سوشل سائنسز

[3] حوالہ پس چہ باید کرد (حکمت فرعونی)

کی تعریف کے مطابق کچھ بنیادی اور عمومی انسانی ضروریات ہوتی ہیں-بنیادی اس لیے کہتے ہیں کہ ان کے بغیر انسان کی بقا یا زندہ رہنا ناممکن ہے جبکہ عام ضروریات صرف شخصیت کی تعمیر وترقی کیلئے ضروری ہوتی ہیں- بغور مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ جسم اور عقل کی بنیادی ضروریات تو پوری کی جارہی ہیں لیکن روح کی نہیں- چونکہ روح کا تعلق اعلیٰ اخلاقی اقدار سے ہے لہٰذا وہ دم توڑ رہی ہیں- جسم کو مادی ترقی مل رہی ہے تو وہ پھل پھول رہا ہے- عقل کو علم سے دوام حاصل ہے اور روح کو نظر انداز کرنے سے اخلاقی اقدار ناپید ہورہی ہیں-

اس مضمون میں ایک رائج الوقت علمی مہارت کی تھیوری کا ذکر کیا جائے گا- جس سے ہمیں ہماری نئی نسل کا علم و دانش پرکھنے میں مدد ملے گی- اس تھیوری کا نام Bloom Taxonomy ہے جس میں علمی مہارت حاصل کرنے کا مرحلہ وار تذکرہ ہے - قارئین کی آسانی کی خاطر اس کے مفہوم کو سادہ الفاظ میں بیان کیا جارہا ہے-

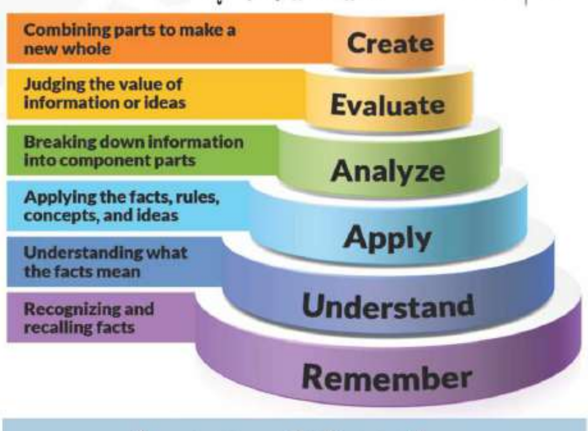

Awareness Information

جب ہم کسی چیز کے بارے میں جان جاتے ہیں یا اس کی معلومات حاصل کر لیتے ہیں تو یہ حصول علم کی تگ ودو میں پہلا مرحلہ ہے- ہمیں صرف اس پر اکتفاء نہیں کرنا بلکہ اگلے مرحلے کی طرف بڑھنا ہے-

Evaluation

معلومات حاصل کرنے کے بعد اس قابل بننا چاہیے کہ ان معلومات کی جانچ پڑتال، درجہ بندی، اندازہ یا اس کے متعلق تشخیص کرنے کی مہارت حاصل ہو جائے-

Analysis

اس مرحلے پر بھی نہیں رکنا چاہیے بلکہ اس قابل بننا چاہیے کہ حاصل شدہ معلومات کے تجزیہ کرنے کی صلاحیت پیدا ہو جائے تاکہ اس کے متعلق اچھے برے کو جانچ سکیں-

Synthesis

تیسرے مرحلے پر بھی نہیں رکنا چاہیے اور اس قابل بننا چاہیے کہ معلومات کی جانچ پڑتال، درجہ بندی اور تجزیہ کے بعد اس سے نتائج اخذ کیے جا سکیں-

Decision Making

اس مرحلہ میں اس قابل بننا ہے کہ متعلقہ معلومات سے وابستہ معاملات میں فیصلہ کرنے کی صلاحیت حاصل ہو جائے-

Application

اب پچھلی تمام سٹیج سے آگے بڑھ کر اپنی صلاحیت کو اس قابل بنانا ہے کہ متعلقہ علم و معلومات کو دنیاوی امور میں استعمال کر سکیں-

Trouble Shouting

یہاں پر اس قابل بننا ہے کہ اُس علم یا موضوع سے متعلق موجودہ اور مستقبل کے مسائل کا حل پیش کر سکیں-

اقوام عالم اپنی نسلوں کی علم و دانش کی پختگی اور تربیت ان خطوط پر کر رہی ہے جس سے قابلیت کے اعتبار سے ان میں اور ہمارے بچوں میں ایک واضح فرق نظر آتا ہے- ہمارے معاشرے میں پہلی سٹیج سے آگے جا کر دماغی قوت اور صلاحیت کے بڑھانے کو شجر ممنوعہ سمجھا جاتا ہے- نتیجتاً آبادی کے بیشتر حصہ کا مقدر فیصلہ ساز پالیسی بنانے والے بااختیار ایگزیکٹو ٹائپ پوزیشن کی بجائے محض مشقت و مزدوری اور کلیریکل ٹائپ ملازمت ہے-

اقبال یہاں نام نہ لے علم خودی کا
موزوں نہیں مکتب کے لیے ایسے مقالات
بہتر ہے کہ بیچارے ممولوں کی نظر سے

پوشیدہ رہیں باز کے احوال و مقامات

ہر زمانے میں پنپنے کے اپنے انداز ہوتے ہیں- ہمارا عہد سائنس اور ٹیکنالوجی کے انقلاب کا ہے- آئے روز کائنات کے چھپے راز منکشف ہو رہے ہیں اور اظہارِ دنیا کے تناظر بدل رہے ہیں- اس علمی انقلاب میں پاکستانی نسل نو کو کردار ادا کرنا ہو گا- ایک زمانہ گزر گیا کہ ہم متحرک نہیں رہے - ایک وہ وقت تھا کہ جب دنیا ہر اصول اور جدت کیلئے ہمارے اسلاف کی طرف دیکھتی تھی- نظام عالم ہم طے کرتے تھے اور آج گلوبل آڈر کی ترقی میں ہمارا کوئی واضح کردار نہیں رہا- ہم نے تو کائنات کی تسخیر کا باعث بننا تھا اور وجود کے اندر کے جہان کے راز تلاش کر کے غیر مرئی قوتوں کو دسترس میں لانا تھا- بقول علامہ اقبال صاحب:

آتی ہے دمِ صبح صدا عرشِ بریں سے
کھویا گیا کس طرح ترا جوہرِ ادراک
کس طرح ہوا کند تیرا نشترِ تحقیق
ہوتے نہیں کیوں تجھ سے ستاروں کے جگر چاک
مہر و مہ و انجم نہیں محکوم ترے کیوں
کیوں تیری نگاہوں سے لرزتے نہیں افلاک

نوجوانو! آپکے ہم عصر Space Technology کے ذریعے ستاروں کے جہاں کو تسخیر کر کے نئی دنیا بسانے کے خواب دیکھ رہے ہیں- وہ آسمان کی حدوں کو چھونے کی آرزو رکھتے ہیں- آرٹیفیشل انٹیلیجنس اور روبوٹک ٹیکنالوجی کے ذریعے مستقبل میں اکثر شعبہ ہائے زندگی جدت

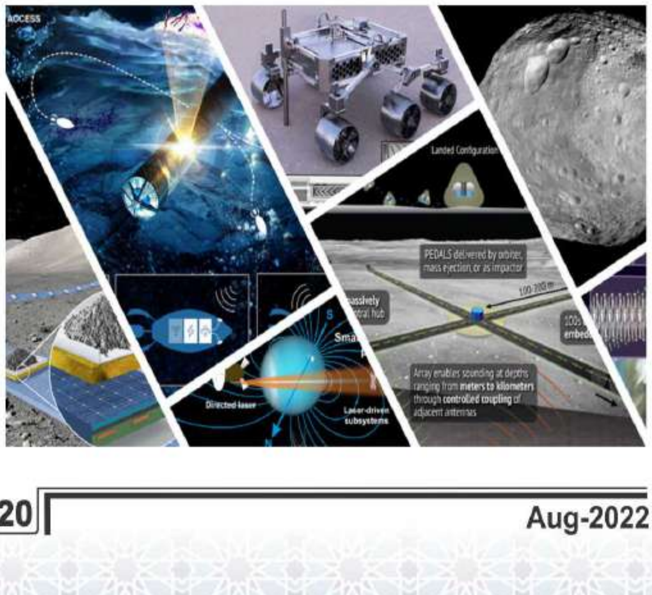

اختیار کر رہے ہیں جیسے ریسٹورنٹ، ورک شاپ، فیکٹریاں، تعلیمی شعبہ حتیٰ کہ روبوٹک آرمی- اسی طرح جیالوجیکل یا ارتھ سائنسز میں عدم دلچسپی اور ان سے لاعلمی پاکستان جیسے قدرتی وسائل سے مالا مال ملک کو اپنے معدنی وسائل سے استفادہ کرنے کے راستے میں بڑی رکاوٹ ہے-

ٹیکنالوجی بیسڈ اور نظریات کی بنیاد پر قائم کردہ بزنسز کا دور دورہ ہے- فری لانسنگ اور سافٹ ویئر انجنیئرنگ میں پاکستانی نوجوانوں کی عالمی سطح پر کامیابیوں کا سلسلہ تو چل پڑا ہے لیکن اس رجحان میں اضافہ کی ضرورت ہے- پاکستان کے کم عمر (Microsoft Certified Professional) دنیا میں اپنا لوہا منوا رہے ہیں- ان میں ایان قریشی (عمر 5 برس)، عزیر اعوان (عمر 6.5 برس)، مہروز یاور (عمر 6 برس)، شافع توبانی (عمر 8 برس) عروبہ راؤ (عمر 11 برس)، بابر اقبال (عمر 9 برس)، عارفہ کریم (عمر 9 برس) قابل ذکر ہیں- انٹر نیشنل سکر بیل چیمپئن حشام ہادی (عمر 9 برس)- علی معین نوازش جنہوں نے اے لیول میں 21A's حاصل کر کے ورلڈ ریکارڈ قائم کیا- فری لانسنگ میں پاکستانی نوجوان دنیا کے ایک تہائی ورک فورس پر مشتمل ہے-

ترقی کی نتیجے میں پیدا ہونے والے چیلنجز (جیسے عالمی ماحولیاتی مسائل یا نئی وبائیں اور وائرسز) سے نمٹنے میں پاکستانی نسل نو کو میڈیکل، بائیو سائنسز اور انوائر مینٹل سائنسز میں اپنے ہم عصر اقوام کے مقابلے میں کردار ادا کرنا ہو گا- ہمیں اپنی نسل نو کو مستقبل کے مارکیٹ اور انڈسٹریل تقاضوں کے مطابق ماہر افرادی قوت بنانا ہو گا- امریکہ اور بہت سے ترقی یافتہ ممالک اس نظریے کے تحت نصاب میں اضافی آپشنز پیدا کر رہے ہیں- مستقبل قریب میں STEM Subjects کا دور آنے والا ہے-

STEM کا مخفف Science, Technology, Engineering, Mathematic ہے-

امریکہ کی ٹرمپ انتظامیہ نے 2019ء میں (STEM) کی تعلیم پر 578 ملین ڈالر خرچ کیے اور 2022ء

میں بائیڈن انتظامیہ نے (STEM) تعلیمی بجٹ کو ترجیحی بنیادوں پر بڑھانے کیلئے یقین دہانی کرائی ہے۔ امریکہ بیورو آف لیبر سٹیٹسٹک نے (STEM) کو "مستقبل کا روزگار" قرار دیا ہے۔ "ان کا ماننا ہے کہ جس معاشرے میں ٹیکنالوجی کی ترقی ہوتی ہے اس ٹیکنالوجی کے نتیجے میں پیدا ہونے والے مسائل کا عملی حل پیش کرنے والے ہی نشوونما پاتے ہیں"۔[4]

ہمیں مستقبل کے اس کیریئر بیسڈ تعلیمی نظام کے لیے پہلے تو آگاہی اور پھر ٹھوس اقدامات اُٹھا کر اپنی نسل نو کو اقوام عالم کے ہم پلہ بنانے کیلئے بروقت منصوبہ بندی کی ضرورت ہے۔

ہمارے نوجوان یورپ اور امریکہ کے مادی اور پُر تعیش طرزِ زندگی کے سحر میں مبتلا ہیں اور ماڈرن ازم کے نام پر اپنی اقدار کو فرسودہ قرار دیتے ہیں۔ لیکن ان کی توجہ صرف ماڈرن ازم کے آزاد خیال طرز عمل پر ہوتی ہے ۔وہ مارڈن ازم کی اصل خصوصیات سے نا آشنا نظر آتے ہیں۔ جیسے علم، فن، ہنر، ایجاد، ریسرچ، ٹیکنالوجی اور ترقی کے آداب و اطوار وغیرہ۔ لہٰذا ترقی یافتہ دنیا سے بے حیائی اور عارضی بد نما مادی تخیلات قبول کرنے کی بجائے ان کی ترقی کے وہ بنیادی اصول اپنانے کی ضرورت ہے جن پہ کاربند ہو کر انھوں نے زمانے کا رُخ اپنی طرف موڑ لیا ہے۔

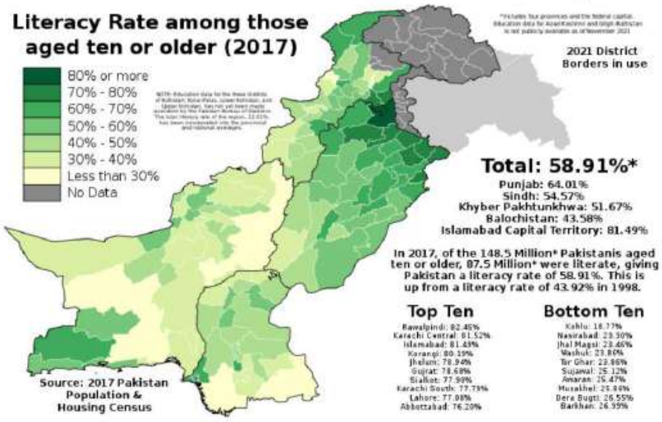

فطرت منصفانہ ہے اور بلاوجہ کسی قوم کے سر پر حکمرانی کا تاج نہیں سجاتی۔ اپنے آپ کو اس قابل بنانا پڑتا ہے کہ نظام عالم کا بوجھ اُٹھا سکیں۔ دنیا کے لیے طب و طبیعیات، سائنس و ٹیکنالوجی، تعلیم و تربیت، قانون و نظام معاشرت، حکمرانی و انتظامی امور، سیاست و سفارت، ثقافت و صحافت الغرض! بنی نوع انسان کے لیے روئے زمین پر ایک منصفانہ اور ترقی پسند نظام وضع کرنے کی استطاعت رکھتے ہوں۔ عروج کسی ایک پہلو میں ترقی کرنے سے نہیں آتا۔ قوم کے معماروں کو بیک وقت ہر شعبہ ہائے زندگی میں اپنا لوہا منوانا پڑتا ہے اور اپنا مزاج و اطوار، نقطۂ نظر و ذہنی حالت، نفسیات و رویے، معیارات و انداز اور ترجیحات بدلنا پڑتی ہیں۔ اپنے بنیادی عقائد و نظریات اور روایات و فلسفہ حیات پہ قائم رہتے ہوئے رونما ہونے والی مثبت تبدیلیوں کو خوش اسلوبی سے قبول کرنا پڑتا ہے۔ اس کے بعد تفکر اور تحقیق کے سمندر میں غوطہ زن ہو کر موجودہ اور ممکنہ مسائل کا حل تلاش کیا جا سکتا ہے۔ پھر دیرپا خوش حالی اور پائیدار ترقی کے سفر کا آغاز ہوتا ہے۔

یہ پورب یہ پچھم چکوروں کی دنیا
مرا نیلگوں آسمان بیکرانہ

☆☆☆

[4] what is STEM and why. is it important? Hannah Muniz Published 25-Oct-2021 up dated 16-Nov -2021

منزل مقصود سفر ابھی باقی ہے

محمد ذیشان دانش

بنگال کے ہندوں کو یہ منظور نہ تھا کہ ان کی اجارہ داری کسی بھی لمحہ اور کسی بھی جگہ پر کمزور ہو، ان کے علاوہ کوئی بنگال میں پنپ سکے، خوشحال ہو سکے، اپنی آواز کو توانا کر سکے، تاج برطانیہ کے زیر اہتمام برٹش انڈیا کے صوبے بنگال کو 1905ء انتظامی بنیادوں پر مشرقی بنگال اور مغربی بنگال میں تقسیم کر دیا گیا، یہ تقسیم مسلمانوں کے لئے خوشگوار ہوا کا جھونکا تھی کیونکہ مسلمان مشرقی بنگال میں اکثریت میں تھے یہ تقسیم مسلمانوں کو معاشی، سماجی، سیاسی اور دیگر کئی اعتبار سے خوشحالی کی راہ پر گامزن ہونے کے مواقع فراہم کرنے کی سبیل تھی- ہندوں نے تقسیم بنگال کی مخالفت شروع کر دی اور ہر حربہ آزمایا جس سے تقسیم بنگال کی تنسیخ ہو جائے- پچھلے کئی برسوں سے ریلوئے اسٹیشنوں پر بکتے ہندو پانی اور مسلم پانی نے عالمی دو قومی نظریہ کا رنگ واضح کر دیا تھا لیکن اسے ایک تحریک بننے کے لئے ابھی وقت باقی تھا تقسیم بنگال کا مسلمانوں کی پہلی سیاسی جماعت بننے میں اہم نفسیاتی کردار ہے-

تقسیم بنگال کے فوراً بعد ہندو رد عمل کے نتیجے اور ماضی قریب میں مسلمانوں کی حالت زار کو سامنے رکھتے ہوئے مسلم عمائدین نے1906ء میں مسلم لیگ کی بنیاد رکھی جس کا بنیادی مقصد مسلمانوں کے حقوق کا تحفظ اور ترقی تھا- 1911ء میں ہندوں کے مسلسل مظاہرے، سول نافرمانی کی تحریک، بلوئے، لابنگ جیسے اقدامات اور دباؤ کے آگے حکومت گھٹنے ٹیک گئی اور تقسیم بنگال کی تنسیخ ہو گئی ہندو اشرافیہ نے خوشی کے شادیانے بجائے جبکہ مسلمانوں میں مایوسی کی سی صورتحال تھی-

1906ء میں قائم ہوئی مسلم لیگ کے ابھی تک چار سالانہ اجلاس ہو چکے تھے اور مسلمانوں کے حقوق کے تحفظ اور ترقی کا علم تھامے، یہ قدم بہ قدم منزل کی جانب رواں تھے- 1913ء میں مسلم لیگ کا چھٹا سالانہ اجلاس ہوا جس میں قائد اعظم محمد علی جناح نے بھی شرکت کی- 1916ء لکھنو میں قائد اعظم محمد علی جناحؒ نے پہلی بار صدارت کی یہ مسلم لیگ کا نواں سالانہ اجلاس تھا- اس کی دو خصوصیات تھیں ایک یہ کانگریس کے ساتھ مشترکہ اجلاس تھا دوسرا اس اجلاس میں مسلمانوں کے جداگانہ حق انتخاب کا موقف تسلیم کیا گیا تھا جو "میثاق لکھنو" کے نام سے مشہور ہے-

چودھواں اجلاس، 1922ء میں مولانا حسرت موہانی کی زیر صدارت ہوا- اس میں مسلم لیگ اور کانگریس کے اختلافات سامنے آئے اور میثاق لکھنو ختم ہو گیا کیونکہ کانگریس مسلمانوں کے جداگانہ انتخابات کے مطالبہ سے مکر گئی تھی- 1929ء میں بیسواں اجلاس مہاراجہ محمد علی آف محمود آباد کی زیر صدارت ہوا جس میں قائداعظمؒ کے 14 نکات منظر عام پر آئے- یہی وہ نکات تھے جو برصغیر کے مسلمانوں کے حقوق کے محافظ تھے- یاد رہے یہاں قوم مذہب کی بنیاد پر ہے نہ کہ جغرافیہ کی بنیاد پر- اکیسواں اجلاس

شاعر مشرق علامہ محمد اقبال کی زیر صدارت ہوا جس میں انہوں نے الگ وطن کے مطالبے کی تجویز پیش کی کیونکہ وہ ہندو ذہنیت اور سامراجی ہتھکنڈوں کو جان گئے تھے کہ یہ ہمیشہ مسلمانان ہند کو غلام اور پسماندہ رکھنا چاہتے ہیں، جداگانہ انتخابات کے مطالبات کو نظر انداز کرنے والوں کے لئے یہ مطالبہ منہ توڑ جواب تھا اور تقسیم بنگال کی تنسیخ سے مایوس مسلمانوں کے لئے نوید صبح تھا- 1930ء کا یہ اجلاس صبح پاکستان کی پہلی کرن تھی-

یوں تو ہندو دشمنی اب عیاں ہو چکی تھی لیکن اس کا کمال ابھی دیکھنا باقی تھا، 1937ء میں کانگریسی وزارتیں قائم ہوئیں، تو ہندو کا چہرہ کھل کر سامنے آیا- سکول میں معصوم بچوں کو زبردستی وندے ماترم پڑھایا جاتا، مسلمانوں پر سرکاری ملازمتوں کے دروازے بند ہوئے ایک تعصب کی آندھی چلی کہ الحفیظ الامان، صدائے شکر کہ اقبال سا حکیم، دوراندیش و دیدہ بینا نے سات سال پہلے ہی الگ وطن کیے حصول کا نقارہ بجا دیا تھا اور قائداعظم کی جواں ہمت، باصلاحیت، پر فکر، باتدبر، معاملہ فہم و ذکی قیادت موجود تھی جس نے آل انڈیا مسلم لیگ کے ستائیسویں اجلاس، جو کہ 22 سے 24 مارچ 1940ء کو لاہور کے منٹو پارک میں قائداعظم کی زیر صدارت ہوا اس میں قرارداد لاہور کو منظور کیا جو پھر "قرارداد پاکستان" کہلائی جسے ہزاروں فرزندان توحید کی موجودگی میں مولوی فضل الحق نے پیش کیا تھا-

اب ایک بے سروساماں قافلہ تھا، تپتی زمین تھی آگ برساتا سورج تھا، غربت تھی، کوئی مددگار نہ تھا، عدو تھے کہ بے شمار اور کیل کانٹوں سے لیس، چومکھی لڑائی تھی اور کوئی اوٹ دستیاب نہیں تھی، راستہ دشوار تھا کٹھن بھی، پڑاو کی صورت کوئی نہ تھی، اک جذبہ تھا جو لئے جارہا تھا، اک خواہش تھی جو چلائے جارہی تھی، اک عزم تھا جو قربانی پر آمادہ کیئے جا رہا تھا، ایک اخلاص تھا جو سب کچھ لٹانے کا موجب بن رہا تھا، ایک غیر مشروط محبت تھی جو قوت بخش رہی تھی، اک عشق کا سودا تھا جو سروں میں سمایا تھا کہ محمد عربی (ﷺ) کے دین کے نفاذ کے لئے ملک بن رہا ہے جہاں فیصلے حق پر ہوں گے، جہاں انصاف ہو گا، جہاں عدل ہماری دہلیز پر دستیاب ہو گا، ہماری آئندہ نسل کا مستقبل محفوظ ہو گا، ہم آزادی کے ساتھ اپنے سیاسی، معاشی، معاشرتی، عدالتی، خارجہ و داخلہ امور کو سرانجام دے سکیں گے، جہاں محمود وایاز ایک صف میں ہوں گے، جہاں صرف سجدے کی اجازت نہیں ہو گی بلکہ دین اپنے حقیقی جوہر کے ساتھ ہماری زندگیوں پر، ہماری ریاست پر ہمارے معاشرے پر لاگو ہو گا اسی سوچ میں گم یہ بے سروساماں قافلہ جب منزل مقصود پر پہنچا تو دنیا دنگ رہ گئی، مملکت

خداداد دنیا کے نقشے پر ظہور پذیر ہوئی، متحدہ ہندوستان پاکستان اور بھارت میں منقسم ہوا، آیانالوں کا جواب آخر اور مسلمانانِ ہند کو آزادی نصیب ہوئی-

قائد اعظم کی قیادت پر اعتماد تھا، اک نئی تاریخ رقم ہونے کو تھی، مسلمانانِ ہند اپنی منزل کو چلے، آنکھوں میں تابناک مستقبل کے دیپ جلے تھے، دنیا کی بڑی ہجرتوں میں سے ایک ہجرت ہوئی جس کی داستان لکھنے کو پہاڑ کا کلیجہ چاہیئے، بھرے بسے گھر اجڑ گئے، آباد کھیت کھلیان چھوڑ کر بے سر و سامانی کے عالم میں شیدائی چلے، سواری نہیں تھی تو پاپیادہ عازم سفر ہوئے، دولت اور گہنے سپرد خدا کئے، منزل تک پہنچنا آسان نہ تھا، اک آگ کا دریا تھا، جس کی موجیں تند تھیں، جس کا بہاؤ گہرائی لئے ہوئے تھا، شورش آسمان کو چھوتی تھی، دشمن کی آنکھ میں خون اترا تھا، کرپانیں خون سے تر تھیں، ارادے تہہ تیغ کرنے کو تھے، قیامت کا منظر تھا، لاکھوں مسلمان شہید ہوئے، ہزاروں بہنیں عصمت لٹا بیٹھیں، بچے یتیم ہو گئے، سہاگنیں بیوہ ہوئیں، بوڑھے بے سہارا ہوئے، جوان زندگی کی بازی ہارے، بچوں نے تلخ حقائق نو عمری میں دیکھے، بھائیوں نے بہنیں کھو دیں، باپوں نے اپنے بچوں کو اپنے سامنے ذبح ہوتے دیکھا، ماوں کے لخت جگر ہوا میں اچھال دیے گئے، آسمان نے ایک عجیب منظر دیکھا کہ ریل گاڑی پلیٹ فارم پر رکی تو ریل سے کوئی مسافر نیچے نہیں اترا کیونکہ سب کو شہید کر دیا گیا تھا- جو زندہ پہنچے ان کے لئے مصائب ابھی ختم نہیں ہوئے تھے بقول شاعر:

اک اور دریا کا سامنا تھا منیرؔ مجھ کو
میں ایک دریا کے پار اترا تو میں نے دیکھا

مہاجر کیمپ بھرے پڑے تھے، ہر نفس کی الگ داستان تھی اور ایسی کہ پڑھیں تو آنکھیں خون رو دیں، سنیں تو کلیجہ منہ کو آئے لیکن سب کے چہرے پر ایک اطمینان تھا کہ پاکستان بن گیا اور ہم پاکستان پہنچ گئے اب کوئی غم نہیں، ایک موقع پر جب قائد اعظم نے اپنی گاڑی پر مہاجر کیمپ کا دورہ کیا تو لوگ اپنے خیموں سے باہر آگئے اور پاکستان زندہ باد قائد اعظم پائندہ باد کے نعروں سے فضا گونج اٹھی، تو قائد اعظم نے حیران ہو کر کہا کہ یہ ان حالات میں بھی پاکستان اور مجھے دعائیں دے رہے ہیں- یہ ان حالات کا ایک مختصر سا جائزہ تھا جن میں پاکستان بنا، عوام جس پاکستان کے لئے قربانیاں دے کر آئے تھے کیا وہ منزل مقصود تھی-

سفر، ابھی باقی ہے اور قیادت کا فقدان ہے

قائد اعظم محمد علی جناح کی ایک خراب ایمبولینس میں رحلت اور قائد ملت جناب لیاقت علی خان کی شہادت کے بعد سول و عسکری بیوروکریسی نے جس طرح مملکت خداداد کو چلایا کیا وہ اسی وژن کے مطابق تھا- جیسا کہ قائد اور ان کے رفقاء نے پیش کیا تھا؟ جس کے لئے ہزاروں جانیں قربان ہوئیں اور بے تحاشا قربانیاں دی گئیں؟ پاکستان بننے سے ان حروف کے قرطاس پر آنے تک کیا کوئی ایسی حقیقی قیادت آئی، جو واقعی عوامی ہو اور عوامی امنگوں کی ترجمان ہو؟ کیا ہماری قیادت ہم پر مسلط نہیں کی گئیں؟ اگر نہیں تو پاکستان کے حالات ایسے کیوں ہیں کہ ہمیں امداد اور قرض کی طرف دیکھنا پڑ رہا ہے؟ ہماری قیادت کیوں اپنی ذات، اپنے علاقے اپنے صوبے سے بالاتر ہو کر نہیں دکھا رہے؟ کیوں پاکستان کا کوئی ایک مؤثر لیڈر نہیں ہے جو پاکستان کی بات کرے؟ جو پاکستان کی ترقی کی بات کرے، جو پاکستان کو اس ڈگر پر لے کر چلے جو خوشحالی کی جانب جاتا ہو؟ اگر لیڈرشپ کا یہ بحران قائم ہے تو منزل مقصود ابھی دور ہے ہمیں سفر جاری رکھنا ہو گا-

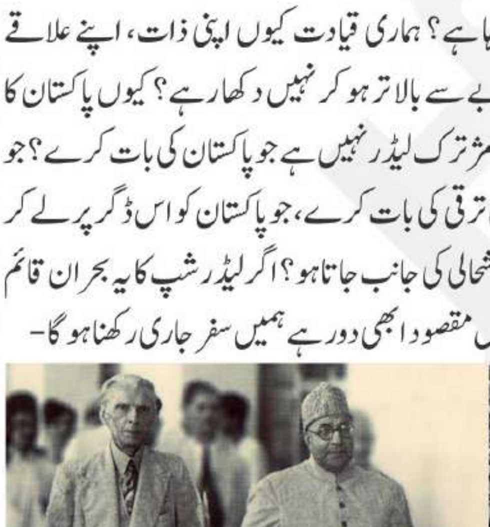

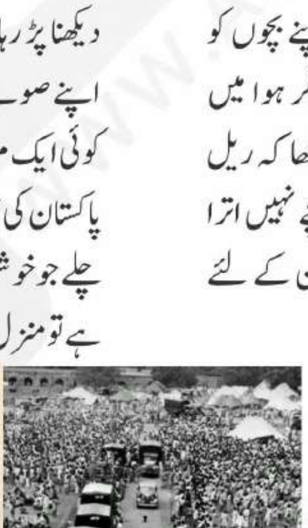

قائد اعظم کا دستور ساز اسمبلی سے خطاب ایک سنگ میل تھا، پاکستان بن چکا تھا اس پڑاؤ سے منزل مقصود کے سفر کا آغاز ہونا تھا، جب قائد اعظم نے فرمایا: "اب آپ آزاد ہیں"- یہ آزادی صرف یک معنوی نہ تھی، کہ آپ چرچ میں جائیں، مسجد میں جائیں یا مندر میں، بلکہ یہ آزادی کی نوید ہمہ جہت تھی کہ آپ پاکستان کے شہری ہیں اور ایک فلاحی ریاست میں شہریوں کے حقوق اور حکومت کی ذمہ داری کو پورا کیا جائے گا- قائد اعظم کے مندرجہ بالا الفاظ کا اختتام ہم سب شہری ہیں اور ایک مملکت کے یکساں شہری ہیں- جس کے لئے آئین پاکستان میں Principle of Policy شامل کئے گئے کہ ریاست میں ان اصولوں کے مطابق پالیسیز بنائی جائیں گئ اور ایسا ماحول پیدا کیا جائے گا کہ لوگ اسلامی طریقہ حیات گزار سکیں-

سوال یہ ہے کہ کیا مملکت کے شہریوں کے ساتھ سلوک بھی یکساں کیا جا رہا ہے یا نہیں؟ کیا جاگیرداروں، زمینداروں، وڈیروں، خانوں، سیاستدانوں، مراعات یافتہ طبقہ، زور آوار افراد، اداروں اور عام شہریوں کے لئے قانون یکساں ہے؟ کیا تعلیم، صحت، خوراک، روزگار، تک باآسانی رسائی ممکن ہے؟ کیا مزدور کو محنت کا معاوضہ وہی مل رہا ہے جو حکومت نے طے کیا ہے؟ اور کیا حکومت اس کا احتساب کر رہی ہے کہ مالکان مزدوروں کو پورا معاوضہ دے رہے ہیں؟

شہریوں کے حقوق و فرائض

کیا ساری ذمہ داری حکومت اور اداروں کی ہے یا شہری بھی اپنے حقوق و فرائض رکھتے ہیں اور کیا بحیثیت شہری ہم اپنے حقوق و فرائض ادا کر رہے ہیں؟ ہم پاکستان کو کچھ لوٹا رہے ہیں؟ کیا ہم قوانین کی پابندی کر رہے ہیں؟ کیا ہم ٹیکس ادا کر رہے ہیں؟ کیا ہم ملک کو صاف ستھرا رکھنے کی کوشش کر رہے ہیں؟ اپنے ارد گرد نظر دوڑائیں اور ان سوالات سے ملتے جلتے سوالات کا جواب کھوجیں، اگر آپ کا جواب نفی میں ہے تو سفر ابھی باقی ہے منزل مقصود پر پہنچنا ابھی باقی ہے-

اگر ہم منزل مقصود تک نہ پہنچے، ہم نے پاکستان کو وہ پاکستان نہ بنایا جس کے لئے ہزاروں افراد نے قربانیاں دیں، عورتوں کی عصمت دری ہوئی، بچے سنگینوں پر چڑھائے گئے، جوانوں کو خون میں لت پت کر دیا گیا، سہاگنوں نے بیوگی کی چادریں اوڑھیں، بہنوں نے اپنے بھائیوں کو کھویا، بوڑھے بے سہارا ہوئے، تو یہ تمام افراد بروز قیامت ہمارا گریبان پکڑیں گے-

منزل مقصود کے حصول کے لئے ہمیں اپنا کردار ادا کرنا ہو گا- حصول علم کو اپنا شعار بنانا ہو گا، سیاسی شعور حاصل کرنا ہو گا، سوال اٹھانے ہوں گے، نڈر، بے باک ہو کر اپنے حقوق مانگنے سے پہلے دیانتدار اور سچا بن کر منافقت سے پاک ہو کر اپنے فرائض ادا کرنے ہوں گے اور ایسا اسی صورت میں ممکن ہے جب بقول حکیم امت:

کسی یکجائی سے عہد غلامی کر لو
ملت احمد مرسل (ﷺ) کو مقامی کر لو

☆☆☆

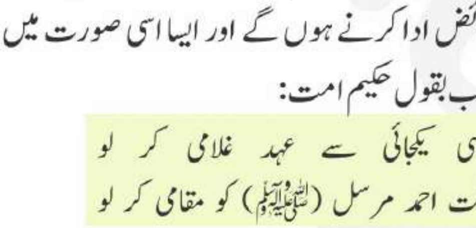

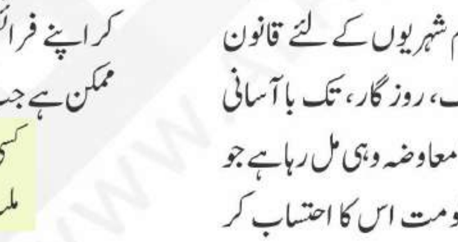

پاکستانی اردو شعراء کی شاعری میں جذبہ حب الوطنی اور پاکستانیت

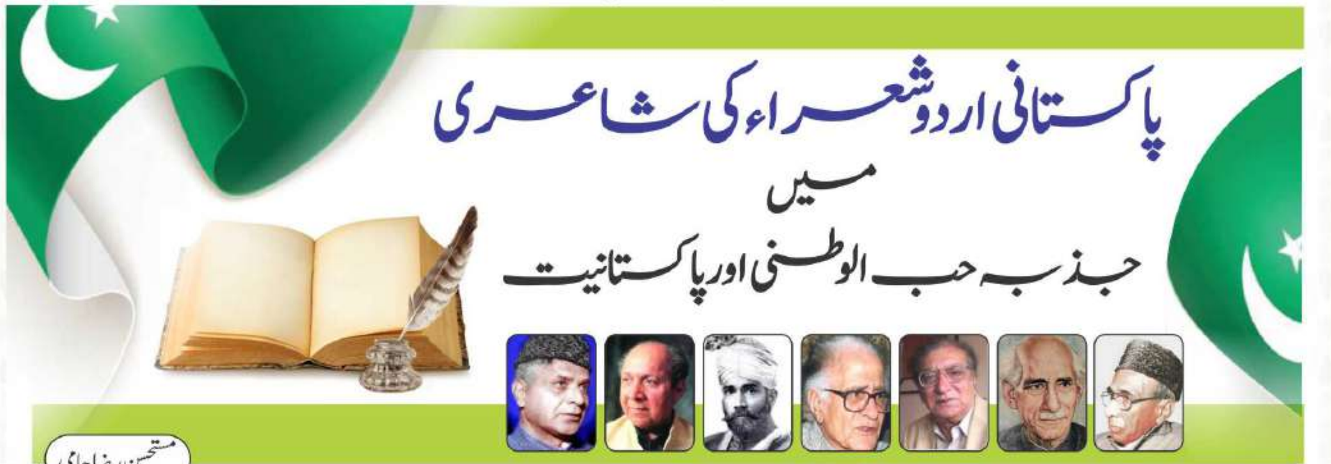

مستحسن رضا جامی

وطن اور دھرتی سے محبت انسان کے خمیر میں شامل ہے۔وہ اولین ٹھکانہ جہاں انسان اپنی پہلی سانس لیتا ہے، ہمیشہ انسان کو عزیز ہوتا ہے۔بلکہ یوں کہہ لیجئے کہ وہ ٹھکانہ انسان کی پہلی محبت بن جاتا ہے۔ انسان کو یہاں کسی بھی طرز کی اجنبیت کا احساس نہیں ہوتا۔وطن سے محبت اور عشق قومی اور دینی فریضہ بھی ہے۔

حضور نبی کریم (ﷺ) کی سیرت مبارکہ کا جائزہ لیتے ہوئے اس خوبصورت واقعہ سے وطن کی محبت کا اندازہ ہوتا ہے۔غفار قبیلہ کا ایک شخص ہجرت کے بعد کے زمانہ میں مکہ سے مدینہ آیا (یہ احکام نزول پردہ سے پہلے کا واقعہ ہے) تو حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) نے اُس سے پوچھا کہ مکہ کا کیا حال تھا تو اس نے کمال فصاحت وبلاغت سے یہ جواب دیا کہ:

"سرزمین مکہ کے دامن سرسبز وشاداب تھے۔اس کے چٹیل میدان میں سفید اذخر گھاس خوب جوبن پر تھی اور کیکر کے درخت اپنی بہار دکھارہے تھے"۔

حضور نبی کریم (ﷺ) نے یہ سنا تو آپ (ﷺ) کو مکہ کی مزید یاد آنے لگی جس پہ آپ (ﷺ) نے فرمایا:

"بس کرو اور مکہ کے مزید احوال بتا کر ہمیں غمگین نہ کرو"۔

دوسری روایت میں ذکر ہے کہ:

"رسول اللہ (ﷺ) نے فرمایا تو نے دلوں کو ٹھنڈا کر دیا"۔[1]

اب اپنے اصل موضوع کی طرف آتے ہیں۔شاعری جذبات کے اظہار کا ایک نمایاں ذریعہ ہے۔ایک بات عمومی طور پہ گفتگو کے انداز میں بھی کہی جاسکتی ہے لیکن جب اپنی بات کو عوام الناس تک پہنچانے کے لیے شعری صورت میں اظہار کیا جائے تو اس کی تاثیر میں اضافہ ہوجاتا ہے۔کیونکہ فنون لطیفہ کا ہماری طبیعت اور ماحول کے ساتھ گہرا انسلاک ہے۔اپنی رائے کے اظہار کے لئے اور بھی دیگر صورتیں ہو سکتی ہیں لیکن ہمارے ہاں برصغیر میں عموماً شاعری اور فنون لطیفہ کے ساتھ عوام کی گہری جذباتی وابستگی ہے۔اس کی عملی مثالیں صوفیائے کرام کی شاعری سے لی جاسکتی ہیں۔سو ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ شعر کا ہمارے سماج، ثقافت اور معاشرت کے ساتھ ایک قریبی رشتہ ہے جو ہر خاص و عام کی دسترس میں ہے۔قیام پاکستان کی مکمل تحریک میں ہمیں فکر اقبال کارفرما نظر آتی ہے اور اس ضمن میں اقبال کا کلام ہمارے لئے وطنیت اور حب الوطنی کا بے بہا خزانہ لئے ہوئے ہے۔

ڈاکٹر انصر عباس لکھتے ہیں:

"قیام پاکستان کے بعد اردو شاعری میں جو رویہ سب سے غالب رہا وہ پاکستان سے محبت وعقیدت کا رویہ تھا۔اس رویے کے زیر اثر اردو شعراء نے پاکستان کی تعمیر نو میں حصہ لے کر اسے پوری اسلامی دنیا کیلئے مینار نور بنانے میں اہم کردار ادا کیا۔تحریک پاکستان سے تکمیل پاکستان تک متنوع موضوعات ایسے ہیں جو اردو ملی نغموں کا حصہ

[1] (المقاصد الحسنہ از سخاوی ص298 بیروت)

بنے- ان موضوعات میں ہجرت، ہجرت کے نتیجے میں فسادات، سیاسی عدم استحکام، مارشل لاء، پاک بھارت جنگیں، شہدائے وطن، قومی و ملی رہنماؤں پر لکھے گئے شعر پارے، تعمیر پاکستان مناظر پاکستان، پاکستانی شہروں سے محبت کا اظہار، مذہبی روایات، اخلاقی روایات اور ضبط آزادی جیسے متعدد موضوعات پر شعرائے پاکستان نے قلم آزمائی کی"-[2]

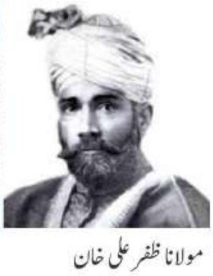
مولانا ظفر علی خان

سیماب اکبرآبادی

قیام پاکستان سے تاحال شاعری کا بنظر غائر مطالعہ کیا جائے تو ہر دہائی میں شعراء کی ایسی نمایاں کھیپ موجود رہی ہے جنہوں نے وطن عزیز سے محبت، عقیدت، یگانگت اور خلوص کا مظاہرہ کرتے ہوئے خامہ فرسائی کی اور اپنے وطن کو خراج تحسین پیش کیا- اس ضمن میں جو موضوعات بیان ہوئے ان میں وطن کی ضرورت و اہمیت، شہداء کی قربانیوں، وطن عزیز سے وفاداری اور وطن عزیز کی خوبصورتی کو بڑھ چڑھ کر شعرائے کرام نے خراج تحسین پیش کیا- اگر اس روایت کا قیام پاکستان سے تاحال جائزہ لیا جائے تو ایک مفصل بحث کی ضرورت ہے- لیکن یہاں جامع اور مختصراً چند شعراء کے کلام سے عملی مثالوں سے وضاحت کی جاتی ہے-

حب الوطنی کے ذیل میں بانئ پاکستان قائدِ اعظم محمد علی جناح کی شخصیت پہ سینکڑوں خوبصورت ملی نغمے اور نظمیں شعراء نے لکھیں، جن کو قبول عام بھی حاصل ہوا- اس حوالہ سے رسالہ "ہمایوں" کے ایڈیٹر میاں بشیر احمد کی یہ نظم بہت مشہور ہوئی-

ملت کا پاسباں ہے محمد علی جناح
ملت ہے جسم، جاں ہے محمد علی
صد شکر پھر ہے گرم سفر اپنا کارواں
اور میر کارواں ہے، محمد علی جناح

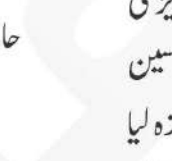
میاں بشیر احمد

رگ رگ میں اس کی ولولہ ہے، حب قوم کا
پیری میں بھی جواں ہے محمد علی جناح

اس نظم کی مقبولیت کتنی دہائیاں گزرنے کے بعد بھی کم نہیں ہوئی اور آج بھی یہ نظم خواص و عام کی زبان پہ زد عام ہے- سیماب اکبر آبادی کی ایک اور نظم "شکریہ قائد اعظم"، میں یوں خراج تحسین پیش کیا گیا ہے:

مل گیا مرکز ہمیں بخت آزمائی کے لیے
آئینہ ہم کو ملا جلوہ نمائی کے لیے
ذہن و دل آزاد ہیں، لوح و قلم آزاد ہیں
شکریہ اے قائد اعظم کہ ہم آزاد ہیں[3]

قائد اعظم کی خدمات اور سیاسی بصیرت کو خراج تحسین پیش کرنے والوں میں مولانا ظفر علی خان کا نام بھی اہمیت کا حامل ہے-

ملت کا تقاضہ ہے کہ اے قائد اعظم
اسلامیوں کی شان میں کچھ چاند لگا اور
ہے سست عناں قافلہ اور دُور ہے منزل
اس قافلہ کی گرمئ رفتار بڑھا اور[4]

بانئ پاکستان کی شخصیت کو دیگر بھی سینکڑوں نمایاں شعراء نے خراج تحسین پیش کیا- خراج تحسین بنتا بھی تھا کہ ایسا لیڈر قوم کو میسر آیا جس نے اپنی حکمت عملی، محنت اور استقلال سے ناممکن کو ممکن کر دکھایا-

قیام پاکستان کے فوراً بعد ہجرت کے موضوع پر بہت سارا ادب تخلیق ہوا جس میں ہجرت و فسادات کے موضوع کو سخن کا حصہ بنایا گیا- اس حوالے سے ڈاکٹر عنصر عباس لکھتے ہیں:

"تقسیم اور فسادات کے موضوع پر اردو شاعری میں اس کا اظہار زیادہ تر غزل میں ہوا ہے- ناصر کاظمی نے اردو غزل میں ماضی کی یاد کو مستقل موضوع بنایا"-[5]

[2](انصر عباس، پاکستانی اردو شاعری میں ملی نغمہ کی روایت، مقالہ برائے پی ایچ ڈی (اردو)، اسلام آباد، وفاقی اردو یونیورسٹی برائے فنون، سائنس و ٹیکنالوجی، (2019)

[3](قائد اعظم، قائد کی خوشبو)

[4](قائد اعظم سے خطاب، ملت کا پاسباں ہے محمد علی جناح)

[5](انصر عباس، پاکستانی اردو شاعری میں ملی نغمہ کی روایت، مقالہ برائے پی ایچ ڈی (اردو)، اسلام آباد،

یہاں سے نئی زندگی کی ابتداء ہوئی اور ادب کا موضوع بدل گیا- ن. م راشد کی نظم "اے وطن اے جان" کا یہ شعر ملاحظہ ہو:

اے وطن ترکے میں پائے تُو نے وہ خانہ بدوش
جن کو تھی کہنہ سرابوں کی تلاش
اور خود ذہنوں میں اُن کے تھے سراب
جن سے پسپائی کی ہمت بھی کبھی ان میں نہ تھی

آزادی کے بعد کی صورتحال میں کچھ ادباء ایسے بھی تھے جو قنوطیت کی بجائے رجائیت کا رنگ بھرنے میں مصروف تھے- ایسے مصنفین کا نصب العین تھا کہ اب تمام احوال کو حقیقت کی نظروں سے تسلیم کیا جائے اور پاکستان کو دل و جان سے قبول کر لینے کے بعد مستقبل کا لائحہ عمل طے کیا جائے- ان شعراء میں احمد ندیم قاسمی کا نام سر فہرست ہے وہ لکھتے ہیں:

کس لئے آج کی شب جشن چراغاں نہ کروں
دیس کی جنت ویراں کو فروزاں نہ کروں
اس زمیں پر بھی اندھیروں کو نہ جمنے دوں گا
اپنی دیرینہ اڑانوں کو نہ تھمنے دوں گا[6]

احمد ندیم قاسمی کی اس دعائیہ نظم سے کون واقف نہیں:

خدا کرے کہ میری ارض پاک پر اُترے
وہ فصلِ گُل جسے اندیشہء زوال نہ ہو
یہاں جو پھول کھلے وہ کھلا رہے برسوں
یہاں خزاں کو گزرنے کی بھی مجال نہ ہو
خدا کرے کہ میرے اک بھی ہم وطن کے لیے
حیات جرم نہ ہو زندگی وبال نہ ہو

احمد ندیم قاسمی

ن. م راشد

احمد فراز

ماہر القادری

قوم میں جذبہ تعمیر زندہ کرنے میں اردو شعراء نے اہم حصہ شامل کیا- شعراء نے اپنے نغموں سے قوم کو ایک نئے سفر اور لگن کا درس دیا- ماہر القادری اپنی نظم "چلو" میں لکھتے ہیں:

بھٹکے ہوؤں کو راہ دکھاتے چلو
ایقان کے چراغ دکھاتے ہوئے چلو
جن کو مٹا سکے نہ کوئی دورِ انقلاب
کچھ ایسے نقش بھی تو بناتے ہوئے چلو[7]

آزادی کے بعد وطنِ عزیز کے باسیوں کو بہت سے مسائل کا سامنا تھا- لیکن آزادی کی نعمت جس ظلم کی چکی میں پسنے کے بعد نصیب ہوئی تھی اس کے بعد تمام مسائل ثانوی حیثیت اختیار کر گئے کیونکہ اب وطنِ عزیز میں آزاد سانس اور فضا میسر تھی- کسی طرز کا کوئی خوف اور پریشانی لاحق نہ تھی- عبادات اور رسم و رواج کی آزادی تھی- الغرض! ایک امن اور آشتی کا دور چل پڑا- چیدہ چیدہ مسائل کے حل کے لیے قوم یکجان رہی اور نوزائیدہ ریاست اپنے پاؤں پر کھڑے ہونے لگی- کیونکہ یہ وقت کانٹوں کی تکلیف سے کراہنے کا نہیں تھا کیونکہ وطن عزیز کے باسیوں نے آگے کا سفر کرنا تھا- اس سارے منظر نامے میں شعراء اپنا نمایاں کام کر رہے تھے- احمد فراز کی نظم "اے میری ارض وطن" کا یہ حصہ بہت اہم ہے:

آج سے میرا ہنر پھر سے اثاثہ ہے تیرا
اپنے افکار کی نس نس میں اتاروں گا تجھے
وہ بھی شاعر تھا کہ جس نے تجھے تخلیق کیا
میں بھی شاعر ہوں تو خوں دے کے سنواروں گا تجھے
اے میری ارضِ وطن اے میری جاں اے مرے فن
جب تلک تابِ تکلم ہے پکاروں گا تجھے[8]

احمد فراز کا نام مزاحمتی شعراء میں نمایاں ہے- انہوں نے مارشل لاء کے دور میں بھی اپنا جھکنا گوارا نہ کیا- ان کی وطن سے محبت ان کی شاعری و شخصیت دونوں میں نمایاں ہے-

یہ کھیت ہمارے ہیں یہ کھلیان ہمارے
پورے ہوئے ایک عمر کے ارمان ہمارے
ہم وہ جو کڑی دھوپ میں جسموں کو جلائیں

وفاقی اردو یونیورسٹی برائے فنون، سائنس و ٹیکنالوجی، (2019

[6](جشن چراغاں شعلہ گل)

[7](چلو، فردوس)

[8](اے میری ارض وطن، شب خون)

ہم وہ ہیں کہ صحراؤں کو گلزار بنائیں
ہم اپنا لہو خاک کے تودوں کو پلائیں[9]

صوفی غلام مصطفیٰ تبسم آزادی کو اجالے سے منور کرتے ہیں اور آزادی کو نعمت سے تعبیر کرتے ہیں:

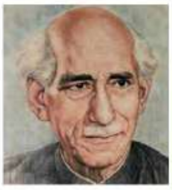
صوفی غلام مصطفیٰ تبسم

کیوں ترستے ہو اجالے میں اجالے کے لیے
یہ اجالا ہے اسی صبحِ منور کی ضیاء
جس کی کرنوں سے مٹے اپنے غلامی کے نشاں
جس کی کرنوں نے کیا اپنی جبیں کو بے داغ
آؤ اس نور سے ہم دل کو منور کر لیں
آؤ اس نور میں ایک اور اجالا بھر لیں[10]

جہاں شعراء نے اپنے وطن عزیز کی محبت میں پُرخلوص ترانے اور ملی نغمے لکھے وہیں اپنے ملک کی خوبصورتی اور دلکشی کو بھی اپنے اشعار کا حصہ بنایا- اس میں تو کوئی شک نہیں کہ پاکستان کو مالک کائنات نے حسن فطرت سے ایسا نوازا ہے کہ اس کی مثال ناممکن ہے- وطن عزیز میں صحرا، پہاڑ، دریا، سمندر سب کچھ موجود ہے تمام موسم موجود ہیں اور قدرتی مناظر وسیاحت بھی بے مثال ہے- شمالی علاقہ جات کے حسن کی نظیر دنیا بھر میں نہیں ملتی- ہر سال لاکھوں کی تعداد میں غیر ملکی سیاح پاکستان کے قدرتی مناظر وخوبصورتی سے لطف اندوز ہونے کیلئے آتے ہیں- پاکستان میں برف پوش پہاڑوں، وادیوں، وادی کشمیر جنت نظیر اور دیگر کئی مقامات ایسے ہیں جو سیاحوں اور شعراء دونوں کے لیے یکساں دلچسپی کا باعث ہیں- انہی مقامات کی دلکشی اور خوبصورتی کو شعراء نے اپنے اشعار میں سمویا- قتیل شفائی کس طرح پاکستان کی خوبصورتی کو بیان کرتے ہیں:

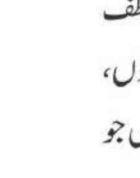
قتیل شفائی

ہر ایک ذرے کی دلکشی میں چمک رہا ہے ضمیر اپنا
سدا مہکتی رہے وہ مٹی اٹھا ہے جس سے خمیر اپنا
بنی ہوئی ہے نشانِ منزل تمام تر اس کی شاہراہیں
جواب رکھتا نہیں جہاں میں یہ خطہ بے نظیر اپنا[11]

اسی طرح اسلم انصاری بادشاہی مسجد کی جمالیات کا تذکرہ ان الفاظ میں کرتے ہیں:

دستِ عالمگیر ہو یا تیشہ محنت کشاں
اس کی زیبائی ہے رہنِ سرخیِ خونِ جگر
تین صدیوں سے فزوں مدت سے ہے ٹھہرا ہوا
یہ ابد کی شاخ پر تخلیق کا تازہ ثمر[12]

پاکستان کے شمالی علاقہ جات بالخصوص گلگت بلتستان اپنی خوبصورتی میں یکتا ہیں اور ان علاقہ جات کی شہرت اور قدرتی مناظر کی شہرت عالمی سطح پر بھی ہے- ان علاقوں کی خوبصورتی کو اقبال عامی نے یوں اجاگر کیا ہے:

سبز وادی کوہساروں کی زمیں
بہتے جھرنوں اور چناروں کی زمیں
ہر بلندی تجھ سے ہی منسوب ہے
چاند، سورج اور ستاروں کی زمیں
سبزہ زار اور لہلہاتی کھیتیاں
ٹھنڈے چشموں مرغزاروں کی زمیں[13]

معروف شاعر محمود الرحمٰن کا یہ کلام دیکھیے:

بہر کام پُر کیف رنگیں فضائیں
طرب خیز و جاں بخش ٹھنڈی ہوائیں
فلک پہ رواں کالی کالی گھٹائیں
عروسِ چمن کی یہ دل کش ادائیں
یہ اپنا وطن ہے یہ اپنا وطن[14]

پروین شاکر لکھتی ہیں:

بخت سے کوئی شکایت ہے نہ افلاک سے ہے
یہی کیا کم ہے کہ نسبت مجھے اس خاک سے ہے

قدرتی خوبصورتی کو منظر عام پر لانے کے ساتھ ساتھ اردو شعراء نے وطن عزیز کے مختلف شہروں پر بھی کلام لکھا- مختلف شہروں سے محبت درحقیقت اپنے وطن سے مٹی کا ایک انداز ہے- لاہور سے محبت کرنے والوں نے لاہور کی شان و شوکت اور خوبصورتی پر بہت کچھ لکھا- ناصر کاظمی لکھتے ہیں:

---

[9] (شب خون)
[10] (صبح آزادی، سوبار چمن مہکا)
[11] (وطن کے لئے ایک غزل، ہزارہ میں ملی شاعری)
[12] (بادشاہی مسجد، منتخب کلیات اسلم انصاری)
[13] (گلگت، شمالی علاقے کا اردو ادب)
[14] (قومی نظمیں)

شہر لاہور تیری رونقیں دائم آباد
تیری گلیوں کی ہوا کھینچ کے لائی مجھ کو

اسی طرح زندہ دلان لاہور کے بارے میں جعفر بلوچ لکھتے ہیں:

جعفر بلوچ

یہاں آ کے میں نے بہت فیض پایا
جو میرا ہے سرمایہ سروری بھی
یہ ایک عافیت زار ہے بلکہ جنت
مری بھی میری آل و اولاد کی بھی
رہے شاد و آباد لاہور یا رب
زیادہ ہو اور اس کے زندہ دلی بھی[15]

کراچی پاکستان کا سب سے بڑا شہر ہے جو معاشی و تجارتی ہر دو حوالوں سے اہمیت کا حامل ہے۔ حافظ امر تسری کراچی سے محبت کس انداز میں کرتے ہیں ملاحظہ ہو:

یہ کراچی نگار مشرق ہے
شوخ چنچل بہار مشرق ہے
ہر قدم روشنی کے فوارے
اجلے اجلے تمام نظارے
فاتح سندھ کے قدم اس پر
کارنامے کئی رقم اس پر[16]

حفیظ جالندھری

اسی طرح دیگر بڑے شہروں کے بارے میں شعراء کا کلام موجود ہے جیسے اسلام آباد، سیالکوٹ، ملتان، فیصل آباد، سرگودھا وغیرہ۔ مختلف جگہوں کا ذکر کیا جائے اور کشمیر کا ذکر نہ ہو یہ امر ممکن ہی نہیں۔ حفیظ جالندھری اپنی نظم تصویر شہر میں لکھتے ہیں:

معرکہ درپیش ہے جذبات کی تفسیر کا
ہو رہا ہے تذکرہ کشمیر میں کشمیر کا
سرخ پھولوں سے زمین کشمیر کی سرخ رو
لالہ بن کر پھوٹ نکلا ہے شہیدوں کا لہو
چھوٹے چھوٹے ڈھیر مٹی کے قطار اندر قطار
راہ آزادی میں لڑنے مرنے والوں کے مزار
معرکہ اس خاک پر گزرا ہے داروگیر کا

لالہ زار اس کو نہ سمجھو کھیت ہے شمشیر کا[17]

صوفی غلام مصطفی تبسم یوں لکھتے ہیں:

ہر گوشہ تیرے گلشن فردوس کی تصویر
حوروں کے فرشتوں کے حسین خواب کی تعبیر
اے وادئ کشمیر

احمد فراز اپنی نظم "نیا کشمیر" میں جہاں کشمیر کی دلاویز خوبصورتی کا ذکر کرتے ہیں وہیں استحصالی قوتوں پر بھی کڑی تنقید کرتے ہیں:

میری فردوس گل و لالہ و نسریں کی زمیں
تیرے پھولوں کی جوانی، تیرے باغوں کی بہار
تیرے چشموں کی روانی تیرے نظاروں کا حسن
تیرے کہساروں کی عظمت تیرے نغموں کی پھوار
کب سے ہیں شعلہ بد اماں و جہنم بکنار[18]

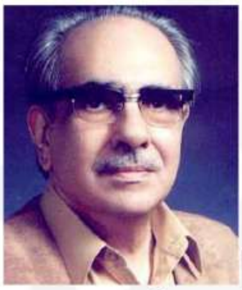
جمیل الدین

حب وطن کے موضوع پر بات کرتے ہوئے عساکر پاکستان کو کس طرح فراموش کیا جاسکتا ہے کیونکہ ہر محاذ پہ عسکری طاقتوں نے وطن عزیز کی سرحدوں کی حفاظت کو یقینی بنایا ہے۔ یوم پاکستان، یوم آزادی اور دیگر اہم دنوں کے حساب سے پاکستانی شعراء کے ملی نغمے وترانے اپنی مثال آپ ہیں۔ ذیل میں چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں:

جمیل الدین عالی کا یہ ملی نغمہ زبان زد عام ہے:

ہم تا بہ ابد سعی و تغیر کے ولی ہیں
ہم مصطفوی، مصطفوی، مصطفوی ہیں[19]

جمیل الدین عالی صاحب کا یہ نغمہ بھی بے حد مشہور و معروف ہے:

اے وطن کے سجیلے جوانو!
میرے نغمے تمہارے لیے ہیں
سرفروشی ہے ایماں تمہارا

[15](بر سبیل سخن، میرا لاہور)
[16](کراچی، میرا سوہنا پاکستان)
[17](خون کے چراغ، فغان کشمیر)
[18](نیا کشمیر)
[19](اللہ اکبر، جیوے جیوے پاکستان)

جرأتوں کے پرستار ہو تم
جو حفاظت کرے سرحدوں کی
وہ فلک بوس دیوار ہو تم
اے شجاعت کے زندہ نشانو
میرے نغمے تمہارے لئے ہیں

حفیظ جالندھری اپنی نظم میں جذبات کا اظہار ان الفاظ میں کرتے ہیں:

پاکستان کی عزت میں جو لڑنے مرنے جاتے ہیں
ہنس کر جانیں دیتے ہیں ہم سب کی جان بچاتے ہیں
پاکستان کی عزت میں جو فتح کے نغمے گاتے ہیں
قوم کو جوش دلاتے ہیں اسلام کی شان بڑھاتے ہیں[20]

احمد ندیم قاسمی نظریہ پاکستان اور وطن عزیز سے محبت کا احوال اپنی نظم 6 ستمبر میں یوں تحریر کرتے ہیں:

آخری بار اندھیرے کے پُجاری سُن لیں
میں سحر ہوں، میں اجالا ہوں، حقیقت ہوں میں
میں محبّت کا تو دیتا ہوں محبّت سے جواب
لیکن اعدا کے لیے قہر و قیامت ہوں میں
میرے دشمن مجھے للکار کے جائے گا کہاں
خاک کا طیش ہوں افلاک کی دہشت ہوں میں[21]

شاعر مزدور احسان دانش کے نغموں میں وطن کی مٹی سے محبت کا جذبہ اپنے عروج پہ کارفرما نظر آتا ہے- افواجِ پاکستان کے نام اپنی نظم میں لکھتے ہیں:

وطن کی آبرو تم ہو، وطن کے پاسباں تم ہو
تمہارا ملک ہے یہ ضامن امن و اماں تم ہو
تمہارے عزم و استقلال کے چرچے ہیں عالم میں
زمین والوں کی جانب سے جواب آسماں تم ہو[22]

مجید امجد کا نام اردو شعر و ادب میں کسی تعارف کا محتاج نہیں-ان کی شاعری بھی جذبہ حب الوطنی کی عکاس ہے- اپنی نظم "سپاہی" میں لکھتے ہیں:

اگر اس مقدس سر زمیں پر میرا خوں نہ بہتا
اگر دشمنوں کے گرانڈیل ٹینکوں کے نیچے
میری گڑگڑاتی ہوئی ہڈیاں
خندقوں میں نہ ہوتیں، تو دوزخ کے شعلے
تمہارے معطر گھروندے کی دہلیز پر تھے
تمہارے ہر ایک بیش قیمت اثاثے کی قیمت
اس سرخ مٹی سے ہے
جس میں میرا لہو رچ گیا ہے[23]

6 ستمبر کے عنوان سے شورش کاشمیری کی عمدہ نظم کا یہ حصہ ملاحظہ ہو:

غلامان آلِ نبی زندہ باد
فدایانِ خیرالوریٰ کو سلام
جلال و جمالِ سپاہ وطن
اساطر صدق و صفا کو سلام[24]

ناصر کاظمی کی کتاب "نشاطِ خواب" میں ہمارے پاک وطن کی شان کے نام سے یہ نظم موجود ہے:

ہمارے پاک وطن کی شان
ہمارے شیر دلیر جوان
خدا کی رحمت ان کے ساتھ
خدا کا ہاتھ ہے ان کا ہاتھ
ہے ان کے دم سے پاکستان
ہمارے شیر دلیر جوان

دور حاضر کے شعراء کا کلام اگر سامنے رکھا جائے تو بہت سے نمایاں ملی نغمے، ترانے اور نظمیں موجود ہیں اور موجودہ شعراء بھی عوام الناس میں حبِ وطن اجاگر کرنے میں پیش پیش رہے ہیں کیونکہ یہ موضوع ہی ایسا ہے کہ ہر خاص و عام اس موضوع پہ اپنا اظہار کرنا چاہتا ہے جب عوام

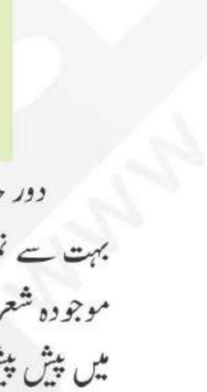
شورش کاشمیری

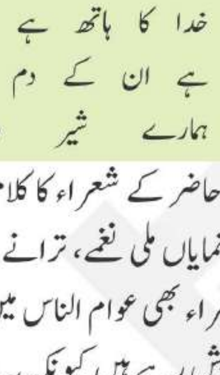
مجید امجد

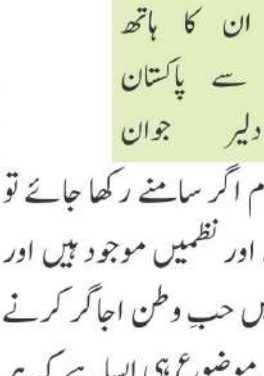
ناصر کاظمی

[20](پاکستان کی عزت، جنگ ترنگ)
[21](6 ستمبر، محیط)
[22](افواج پاکستان کے نام، جنگ ترنگ)
[23](سپاہی، امروز)
[24](چھ ستمبر، الجہاد، الجہاد)

الناس دھرتی سے اپنی محبت کے اِظہار کیلئے بے چین ہوتی ہے تو شاعر تو اپنے معاشرہ وعہد کا سب سے سنجیدہ و حساس شخص ہوتا ہے وہ کیسے اپنے خیالات کے اظہار سے رُک سکتا ہے- ذیل میں چند مثالیں پیشِ خدمت ہیں:

بزبانِ انجم خیالی:

سنبھال رکھی ہیں دامن کی دھجیاں میں نے
اگست آیا تو پھر جھنڈیاں بناؤں گا

بزبانِ ندیم بھابھ:

ابھی تو پہلے سپاہی نے جان دی تجھ پر
تُو غم نہ کر کہ مرا خاندان باقی ہے

بزبانِ محمود ہاشمی:

زمیں کی گود میں مائیں بھی جا کے سوتی ہیں
زمین ماں کی بھی ماں ہے زمیں سے پیار کرو

بزبانِ سائل نظامی:

ہجرت کی شب حضور نے آنسو بہائے تھے
سائل میرے عقیدے میں حب وطن بھی ہے !

وطن سے محبت اور عقیدت کسی بھی ملک کے باسیوں کے لیے از حد ضروری ہے اور یہ کسی بھی شہری کی گھٹی میں شامل ہوتی ہے -اس کے بغیر کوئی چارہ نہیں- وہ لوگ عجیب و غریب سوچ کے مالک ہوتے ہیں جنہیں اپنے دیس سے محبت نہ ہو- آج بہت افسوس ہوتا ہے کہ جب مغربی میڈیا و فکر سے متاثرین یہ اعتراض کرتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں کہ برصغیر کی تقسیم کا نقصان ہوا ہے- اس آزادی کی کیا ضرورت تھی؟

محمود ہاشمی

ندیم بھابھ

انجم خیالی

اس کے ساتھ ساتھ قائداعظم، علامہ اقبال اور دیگر تحریک پاکستان کے قائدین پر اعتراضات کے نشتر چلائے جاتے ہیں اور انہیں ملکی سطح کے ٹاک شوز میں برا بھلا کہا جاتا ہے- اس سے بڑھ کر کسی قوم کی بد بختی اور بد نصیبی کیا ہو گی کہ اپنے محسنین پر کیچڑ اچھالا جائے اور ان کی تضحیک کی جائے- یہ رویہ سمجھ سے بالاتر ہے- دوسرے معنوں میں یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ جس تھالی میں کھانا اسی میں چھید کرنا- مجھے تو وطن عزیز کی فضائیں ہر لمحہ معطر اور پر نور لگتی ہیں-

آج کوشش ہونی چاہیے کہ نوجوان نسل میں وطن سے محبت اور عقیدت کے نمایاں پہلوؤں پر بات کی جائے اور ان کی فکری اور نظریاتی طور پر تربیت کی جائے کہ وہ وطن عزیز پاکستان مدینہ ثانی کے معزز اور سمجھ دار شہری ثابت ہوں اور مستقبل قریب میں ملک کے باگ ڈور سنبھالیں- کیونکہ یہ ضرورت وقت ہے اور اس پہ مدارس، سکولز، کالجز اور یونیورسٹیز میں کام کی ضرورت ہے کہ اساتذہ کرام طلباء و طالبات میں نظریہ پاکستان کی تبلیغ کریں- تاکہ کل کو ہمارا مستقبل محفوظ ہاتھوں میں ہو- ہمارا مستقبل پاکستان کا مستقبل ہے- پاکستان محفوظ ہے تو ہم محفوظ ہیں- تمام نسلی، لسانی اور علاقائی تعصبات دفن کرکے ملی یگانگت و اتحاد کا عَلَم تھام لینا چاہیے اور ایک دوسرے کے ہاتھ کاٹنے کی بجائے ایک دوسرے کا دست و بازو بننا چاہیے- آخر پہ راقم کا ایک شعر:

جامی میں اپنی جان بصد شوق وار دوں
ہر چیز سے عزیز ہے یہ سر زمیں مجھے

☆☆☆

تعمیرِ پاکستان میں شاہی ریاستوں کا کردار اور موجودہ امکانات

صاحبزادہ سلطان احمد علی
دیوان صاحب آف ریاست جونا گڑھ

1857ء کی جنگ آزادی سے شروع ہونے والا حریت و آزادی کا سفر جو بہت ساری قربانیوں اور جانفشانیوں کے بعد ختم ہونے والا تھا اور ہندوستان میں برطانوی سامراج کی تاریک رات کی سپیدی پھیلنے کو تھی، جس کے نتیجے میں جہاں بہت سارے چراغ اپنی روشنی پھیلا رہے تھے وہیں برصغیر میں حریت و غیرت کا پیکر اور غلامی کی تاریکی کو دور کرنے والا سورج بھی طلوع ہو چکا تھا- اللہ تعالیٰ نے جس کے ہاتھوں سے برصغیر کے مسلمانوں کی غلامی کی زنجیروں کو توڑنے کا فیصلہ فرما لیا تھا وہ مرد خود آگاہ اور مرد آہن، برصغیر کی تاریخ کا دھارا موڑنے والا وہ اکیلا بہادر جس کے حصے میں برصغیر کے مسلمانوں کی ڈوبتی کشتی کی کمان دی گئی قائداعظم محمد علی جناحؒ تھے-

قائداعظم محمد علی جناحؒ کی پر امن اور قانون پسندانہ سیاسی قیادت میں مسلمانوں کی الگ مملکت کے حصول کی جدوجہد کے نتیجے میں برطانوی سامراج اس بات پر مجبور ہو گیا کہ اب ہندوستان کو آزادی دے دی جائے اور اس طرح پاکستان کے قیام کا مطالبہ بھی منظور کر لیا گیا اور 14 اگست 1947ء کو پاکستان معرض وجود میں آگیا- تقسیم ہند کے لیے قانون آزادئ ہند ایکٹ 1947ء متعارف کروایا گیا جس کے تحت تقسیم کے معاملات طے ہونے تھے- تقسیم ہند کے وقت ہندوستان میں 562 شاہی ریاستیں تھیں جو زیادہ تر اپنے ریاستی معاملات میں آزاد تھیں اور مختلف معاہدوں اور شرائط کے تحت برطانوی سامراج نے ان پر اپنا اثر رسوخ قائم کر رکھا تھا-

شاہی ریاست سے کیا مراد ہے؟

شاہی ریاست سے مراد عام طور پر وہ علاقے مراد ہیں جن پر کسی بھی راجے، مہاراجے، شہزادے، نواب یا امیر کی حکومت ہوتی تھی جو اپنے تمام فیصلوں میں آزاد ہوتے تھے- برطانوی نو آبادیاتی دور میں ان ریاستوں کو بہت حد تک خود مختاری حاصل رہی اور کچھ ریاستوں کو نیم خود مختاری حاصل تھی-

لیگسیکو ڈکشنری کے مطابق شاہی ریاست سے مراد:

'The states of India that were ruled by indigenous Indian princes before the Indian Independence Act of 1947".[1]

"ہندوستان کی وہ ریاستیں جن پر قانون آزادئ ہند 1947ء سے پہلے علاقائی شہزادوں کی حکومت تھی"-

[1] https://www.lexico.com/definition/princely_states

ان ریاستوں پر سوزرینٹی برطانیہ کی تھی اور ساورینٹی (خود مختاری) نواب یا مہاراجہ کی ہوتی تھی- آزادئ ہند ایکٹ 1947ء کے مطابق ان شاہی ریاستوں کو بھی یہ حق دیا گیا کہ ہندوستان کی تقسیم کے نتیجے میں معرض وجود میں آنے والے دونوں ممالک میں سے کسی ایک کے ساتھ الحاق کر لیں یا اپنی آزاد حیثیت برقرار رکھیں جو کہ آزادئ ہند ایکٹ 1947ء کے لاگو ہونے اور برطانوی اقتدار ختم ہوتے ہی انہیں حاصل ہو جانی تھی-

جیسا کہ آزادئ ہند ایکٹ 1947ء سیکشن (7) کے سب سیکشن (b) کے مطابق:

'The suzerainty of His Majesty over the (princely) Indian States lapses, and with it, all treaties and agreements in force at the date of the passing of this Act between His Majesty and the rulers of (princely) Indian States".[2]

" بھارتی (شاہی) ریاستوں پر برطانوی تاج کی سوزرینٹی ختم ہوتی ہے اور اِس قانون کے پاس ہوتے ہی برطانوی تاج اور بھارتی (شاہی) ریاستوں کے حکمرانوں کے درمیان قابل عمل معاہدے بھی معطل ہوتے ہیں"-

یہ شاہی ریاستیں انتظامی، قانونی اور جغرافیائی طور پر تین درجوں میں تقسیم تھیں:

1. ایسی تقریباً 150 ریاستیں جو برطانوی حکومت سے معاہدے کی صورت میں اپنے قانونی و انتظامی امور پر مکمل اختیار رکھتی تھیں- مثلاً ریاستِ جموں و کشمیر، ریاست بہاولپور، ریاست جے پور، جوناگڑھ اور حیدر آباد دکن وغیرہ-
2. دوسرے درجے کی وہ ریاستیں جن کے چند داخلی معاملات میں برطانوی سامراج کو اختیارات حاصل تھے-
3. تیسرے درجے پر تقریباً 300 ایسی ریاستیں تھی جو رقبہ کے لحاظ سے کم ہونے کے ساتھ ساتھ خود مختاری بھی نہ رکھتی تھی-[3]

پاکستان سے کل 13 ریاستوں نے الحاق کیا- پاکستان کا موجودہ رقبہ 796096 مربع کلومیٹر ہے- اگر ان تمام شاہی ریاستوں کا رقبہ پاکستان کے کل رقبے میں شامل نہ کیا جائے تو پاکستان کا کُل رقبہ 480875 مربع کلومیٹر بنتا ہے یعنی پاکستان کی 3 لاکھ مربع کلومیٹر رقبہ ان شاہی ریاستوں کے پاکستان میں شامل ہونے کی وجہ سے ملا ہے-[4] ان شاہی ریاستوں کے نوابین پاکستان کے نا صرف حقیقتاً محسن ہیں بلکہ یہ نوابین پاکستان کے ہیرو ہیں پاکستانی حکومت اور پاکستانی قوم کو ہمیشہ ان نوابین کا شکریہ ادا کرنا چاہیے اور ان کو اپنا ہیرو ماننا چاہیے اور ان کی عظمت کو سلام اور خراج تحسین پیش کرنا چاہیے-

ریاست بہاولپور:

ریاست بہاولپور برصغیر کی ان 150 فرسٹ کلاس ریاستوں میں سے تھی جو رقبے کے لحاظ سے بھی بہت بڑی تھیں اور معیشت کے اعتبار سے بھی بہت خوشحال تھیں- ریاست بہاولپور کا امیر یعنی حکمران بھی مسلمان تھا اور اس کی 83 فیصد آبادی مسلمان تھی مطلب یہ ایک مسلم اکثریتی ریاست تھی- ریاست بہاولپور کا کل رقبہ 17226 مربع میل تھا[5] یہ اس وقت دنیا کے 44 آزاد

[2]Indian Independence Act, 1947

[3]Alastair Lamb, Kashmir: A Disputed Legacy 1846-1990 (Herting for dbury: Roxford books, 1991) p.4

[4]Copland, Ian. "The Princely States, the Muslim League, and the Partition of India in 1947." The International History Review 13, no. 1 (1991): 38–69. http://www.jstor.org/stable/40106322.

[5]Attiq ur Rahman, Anjum shaheen, Dr. Muhammad Tariq, Political Background of The Bahawalpur, Before and after Bahawalpur State, International Journal of Social Sciences, Humanities and Education Volume 3, Number 1, 2019, p. 01.

ممالک سے بھی زیادہ رقبہ بنتا ہے-مثلاً بیلجیم، ڈنمارک، نیدرلینڈ، سوئٹرز لینڈ وغیرہ- ریاست بہاولپور ان تمام ممالک سے بھی زیادہ بڑی تھی- ریاست بہاولپور کے نواب صاحب کی جب قائداعظم محمد علی جناحؒ سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے کہا:

"I saw you in Karachi very despondent rest assure Mr. Jinnah: that if your dream of Pakistan does not materialize Bahawalpur is your Pakistan today"[6]

"جناح صاحب میں نے کراچی میں آپ کو شکستہ دل دیکھا آپ پریشان نہ ہوں آپ یقین رکھیں اگر آپ کا پاکستان بنانے کا خواب پورا نہیں ہوتا آپ آج سے ریاست بہاولپور کا نام پاکستان رکھ لیں"-

نہرو نے نواب صاحب بہاولپور کو پیشکش کی کہ اگر آپ بھارت میں شامل ہو جاتے ہیں تو ہم راجستھان میں شامل شاہی ریاستوں کی ایک کنفیڈریشن بنادیں گے اور آپ اس کے پریزیڈینٹ ہونگے- یعنی کئی ہزار کلومیٹر رقبے پر مشتمل ریاستوں کے آپ پریزیڈنٹ ہوتے، یعنی آج کے وزیراعظم سے بھی زیادہ طاقت رکھنے والا عہدہ، لیکن نواب آف بہاولپور نے پاکستان سے الحاق کیلئے اس سے انکار کر دیا-[7]

جب پاکستان بنا تو ریاست بہاولپور میں پوری طرح جشن کا سماں تھا مسلم بورڈ ایک جماعت تھی جس نے ریاست کے مختلف حصوں بالخصوص ریاست کی اہم عمارات پر پاکستان کا سبز ہلالی پرچم لہرایا اور یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ پوری ریاست میں پاکستان بننے کے وقت اتنی بڑی تعداد میں جلسے، جلوس، شکرانے کے نوافل اور ریلیاں نکالی گئیں اس کی ایک چھوٹی سی جھلک پینڈرل مون کی کتاب میں درج ہے کہ:

'They people of Bahawalpur had assumed that would the state accede to Pakistan they knew nothing of any other possibility. The majority of them being Muslims were well content with the prospects and throughout most of the state even the minority communities had accepted it philosophically and without undue alarm[8]".

"بہاولپور کے لوگوں نے یہ رائے قائم کرلی تھی کہ ریاست بہاولپور کا الحاق پاکستان سے ہوگا اس کے علاوہ ان کے ذہن میں کوئی امکان موجود نہیں تھا- ریاست میں مسلمانوں کی اکثریت کا بھی یہی خیال تھا اور وہ اس امکان کے حوالے سے بہت خوش تھے حتیٰ کہ پوری ریاست میں ہر کوئی بالخصوص اقلیتوں نے کسی بھی قسم کے خوف کے بغیر اس بات کو فلسفیانہ طرز پر تسلیم کرلیا تھا"-

5 اکتوبر کو نواب آف بہاولپور کی طرف سے الحاق دستاویز بھیجی گئی جسے قائداعظمؒ نے قبول کرلیا اور برصغیر کی تقسیم کے بعد 10 اگست 1947ء کو قائداعظمؒ جب کراچی پہنچے تو وہ سب سے پہلے نواب بہاولپور کی ملیر کراچی میں الشمس کے نام سے موجود رہائش گاہ پہ تشریف لے گئے اور وہاں نواب صاحب کی رہائش پر بہاولپور فرسٹ انفنٹری

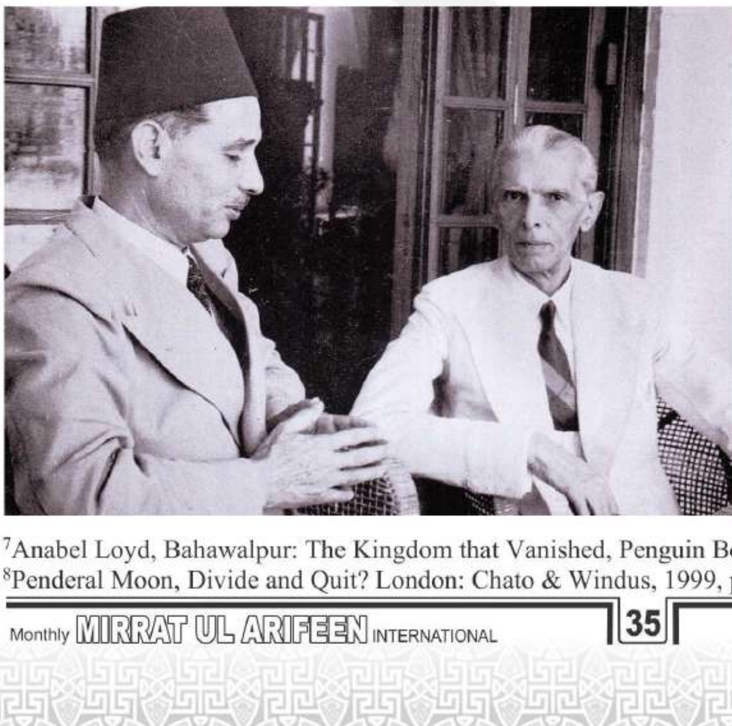

[7]Anabel Loyd, Bahawalpur: The Kingdom that Vanished, Penguin Books, Online Copy, 2020, p. 124
[8]Penderal Moon, Divide and Quit? London: Chato & Windus, 1999, p. 107

بٹالین نے قائداعظمؒ کو گارڈ آف آنر پیش کیا- 14 اگست کو قائداعظم جب پہلے گورنر جنرل کا چارج لینے کیلئے آئے تو انہوں نے نواب آف بہاولپور کی ذاتی رولز رائس BWP-72 کو استعمال کیا اور اس گاڑی کو نواب آف بہاولپور نے قائداعظمؒ کو ریاستِ پاکستان کیلئے بطور تحفہ پیش کردیا اور الشمس کے نام سے پیلس بھی انہوں نے قائداعظمؒ کو پیش کردیا-[9]

قیام پاکستان کے بعد پاکستان کو بہت زیادہ مشکلات درپیش تھیں اور جو پیسہ پاکستان کو بھارت سے ملنا تھا وہ بھی نہیں ملا- مالی طور پر بہت کٹھن حالات تھے حتیٰ کہ پاکستان کے پاس کرنسی چھاپنے کیلئے زرِمبادلہ کی کوئی گارنٹی نہیں تھی- نواب آف بہاولپور نے اپنا ذاتی سونا بینک آف انگلینڈ میں بطور گارنٹی کے جمع کروایا جس وجہ سے ریاست پاکستان کو کرنسی چھاپنے کی اجازت ملی- اگر نواب آف بہاولپور پاکستان کا ساتھ نہ دیتے تو پاکستان کیلئے اُس وقت کرنسی چھاپنا بھی مشکل تھا-[10]

گورنمنٹ آف پاکستان کے پاس ایک طویل عرصہ تک اپنے ملازمین کو دینے کے لیے تنخواہیں نہیں تھیں- سرکاری ملازمین، افواج اور سول سرونٹس کی جتنی تنخواہ تھی وہ ساری ریاست بہاولپور ادا کرتی تھی-[11] اس کے علاوہ ریاست بہاولپور نے پاکستان کو 22 ہزار ٹن گندم دی تھی-[12] ریاست بہاولپور کی اناج کی پیداوار بہت زیادہ تھی اور قائداعظم محمد علی جناحؒ نے نواب آف بہاولپور کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ پاکستان میں ریاست بہاولپور فصلوں کا ایک بہت بڑا گودام ہوگا-[13] نواب سر صادق محمد خان عباسی مرحوم کو دوسری جنگ عظیم میں برطانیہ کی مدد کرنے پر 52000 پاؤنڈ ملے تھے وہ بھی انہوں نے قائداعظم محمد علی جناحؒ کو ریاست پاکستان کیلئے عطیہ کر دیے- مہاجرین کی آبادکاری میں ریاست بہاولپور نے منسٹری آف ریفیوجیز قائم کی اور مخدوم الملک میراں شاہ کو منسٹر فار ریفوجیز لگایا[14] اور لاکھوں روپے انہوں نے اپنی طرف سے مہاجرین کی آبادکاری اور ان کے انتظامات کیلئے خرچ کیے- ریاست بہاولپور نے پاکستان کی مدد کیلئے دو کروڑ روپے مہیا کیے اس کے علاوہ قائداعظم محمد علی جناحؒ کی اپیل پر ریاست بہاولپور کی طرف سے پانچ لاکھ روپے قائداعظم ریلیف فنڈ میں جمع کروائے گئے-[15] ملک کے دفاع کے لیے ریاست بہاولپور کی جانب سے سالانہ ایک کروڑ روپیہ پاکستان کو دیا جاتا تھا اور بارڈر سکیورٹی کیلئے سالانہ 15 لاکھ روپیہ ریاست پاکستان کو دیا جاتا تھا-[16] قیام پاکستان کے وقت بہاولپور کی فوج 10 ہزار انفنٹری پر مشتمل تھی- بعد میں 1952ء میں اس کو افواج پاکستان میں ضم کردیا گیا اور اس کو بلوچ رجمنٹ کا نام دیا گیا-[17] پنجاب یونیورسٹی، ایچیسن کالج، کنگ ایڈورڈ میڈیکل کالج، میو ہسپتال، اسلامیہ کالج لاہور، ان سب کو نواب آف بہاولپور نے کہیں زمین دی، کہیں عمارت دی اور کہیں بہت بھاری عطیات دیے[18] جس سے لاہور میں تعلیم اور صحت کی

[9]Mohd. Qamar-ul-Zaman Abbasi, Quaid-I-Azam Aur Riast Bahawalpur (Lahore: Qamar-ul-Zaman Abbasi 1999), p.133.
[10]Anabel Loyd, Bahawalpur: The Kingdom that Vanished, Penguin Books, Online Copy, 2020, p. 128
[11]Umbreen Javaid, Bahawalpur State: Effective Indirect Participation in Pakistan Movement, Journal of the Research Society of Pakistan, University of Punjab, Vol. 46, No. 2, 2009, p. 199
[12]"Yawer" Haft Roza (seven days), Ahmad pur East, May 22,1989.
[13]Urdu Digest Monthly, February 1978, P.213.
[14]Muhammad Arif Jan, Makhdoom-ul-Mulk se Makhdoom Ahmad Mehmood Tak, Nida Publication Lahore, 2005, p. 23.
[15]Muhammad Bahar Khan, The Annexation of Princely States with Pakistan and Its Impacts, Unpublished Thesis submitted for Doctor of Philosophy in Pakistan Studies, Department of Pakistan Studies, The Islamia University of Bahawalpur, 2020, p. 151
[16]Masood Hassan Shahab, Mashaheer-e-Bahawalapur. Bahawalpur: 1980. p.61.
[17]Muhammad Qamar-u-Zaman Abbassi, Baghdad sey Bahawalpur...Addition 4th, 2011.p.479.
[18]https://www.thenews.com.pk/latest/122388-Nawab-Bahawalpur-remembered-death-anniversary

سہولیات عام ہوئیں اور لوگوں کا معیارِ زندگی بلند ہوا- بہاولپور میں تعلیم، صحت، انڈسٹری اور انتظامی معلاملات کا بہترین نظام موجود تھا- 1955ء میں بہاولپور ریاست کے رقبے میں 3255 تعلیمی ادارے موجود تھے-انتظامی معاملات کے عہدیداران کو بین الاقوامی سطح پر تربیت دلوائی جاتی تھی اکثر عہدے دار برطانیہ اور امریکہ سے تربیت یافتہ تھے-یہی وجہ ہے کہ وزیر تعلیم ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی نے کہا کہ:

"The 5-years educational program of Bahawalpur State will surely be prove a guiding-star for the whole of Pakistan. The thing that has especially impressed me is the absence of red-tapism in the state which has made speedy progress possible".[19]

"بہاولپور کا پانچ سالہ تعلیمی منصوبہ یقینی طور پر پورے پاکستان کے لیے مشعل راہ ہو گا- جس چیز نے مجھے بالخصوص متاثر کیا ہے وہ ریڈ ٹیپ ازم (دفتری معاملات میں تاخیر) کا نہ ہونا ہے جس کے وجہ سے ترقی ممکن ہوئی"-

بہاولپور ریاست کے الحاق کے ساتھ ستلج ویلی پراجیکٹ (Sutlej Valley Project) کی وجہ سے زراعت کو بہت فائدہ ملا- پنجند ہیڈورکس بھی نواب آف بہاولپور کی جانب سے بنایا گیا تھا-[20] کراچی سے بہاولپور تک ریلوے لائن ڈبل ٹریک نواب آف بہاولپور نے بنوایا-ایران کے بادشاہ جب پہلی بار پاکستان کے دورے پر آئے تو حکومت پاکستان کے پاس ایسے برتن موجود نہیں تھے جو شہنشاہ ایران کے شایان شان ہوتے اس موقع پر بھی نواب صاحب بہاولپور جناب سر محمد صادق خان عباسی نے اپنے شاہی محل کے سونے چاندی کے برتن ایک ٹرین میں بھر کر بھیج دیئے تھے اور وہ برتن نواب صاحب نے کبھی واپس نہ لئے- ان کی بے لوث خدمات کے صلے میں قائد اعظم نے انہیں "محسن پاکستان" کے خطاب سے نوازا تھا- ان کا کہنا تھا کہ پاکستان بننے سے پہلے بھی پاکستان ریاست بہاولپور کی صورت میں موجود تھا- المختصر!نواب آف بہاولپور نے اپنا سب کچھ پاکستان کیلئے قربان کیا-[21]

ریاست سوات:

یوسفزئی ریاست سوات جو کہ علاقائی سطح پر ڈیرہ سوات کے نام سے مشہور تھی، کا قیام1849ء میں عمل میں آیا جس پر اخند حکمرانوں کی حکومت تھی- یہ ریاست موجودہ ریاست خیبر پختونخوا کے ان علاقوں پر مشتمل تھی جو آج کل سوات، دیر، بنر اور شانگلہ کے اضلاع پر مشتمل ہے-[22] تقسیم ہند کے وقت سوات کے والی میاں گل عبد الودود نے پہلے پاکستان کے ساتھ سٹینڈ سٹل ایگری منٹ کیا-[23] 3نومبر کو والئ سوات

[19]Government of Bahawalpur Budget 1953-54, Bwp,1953.

[20]Muhammad Bahar Khan, The Annexation of Princely States with Pakistan and Its Impacts, Unpublished Thesis submitted for Doctor of Philosophy in Pakistan Studies, Department of Pakistan Studies, The Islamia University of Bahawalpur, 2020, p. 150

[21]Mushtaque Ahmed Qureshi, Nawab Bahawalpur Kon Thy?, Newspaper Editorial Article, Daily Jang, 2018. https://jang.com.pk/amp/511563

[22]Peter J Claus; Sarah Diamond; Margaret Ann Mills, (2003). South Asian Folklore: An Encyclopedia: Afghanistan, Bangladesh, India, Nepal, Pakistan, Sri Lanka. Taylor & Francis. p. 447

[23]Muhammad Bahar Khan, The Annexation of Princely States with Pakistan and Its Impacts, Unpublished Thesis submitted for Doctor of Philosophy in Pakistan Studies, Department of Pakistan Studies, The Islamia University of Bahawalpur, 2020, p. 73

میاں گل عبد الودود نے بطور مقتدر حکمران الحاق کی دستاویز قائد اعظم محمد علی جناحؒ کی طرف بھیجی[24] جسے قائد اعظم محمد علی جناحؒ نے 24 نومبر 1947ء کو قبول کر لیا اور ریاست سوات نے باقاعدہ پاکستان کے ساتھ الحاق کر لیا۔[25] 15 اپریل 1948ء کو میاں گل عبد الودود اور ان کے بیٹے کی قائد اعظم محمد علی جناحؒ سے ملاقات ہوئی[26] والیٔ سوات نے قائد اعظمؒ کو تمام معاملات میں بہت قریبی اور دوستانہ تعلقات کی پیش کی۔[27] میاں گل عبد الودود نے قائد اعظم کو کہا کہ اس کی ریاست اور ریاست کے باشندے ہر وقت پاکستان کی مدد کے لیے تیار ہیں اور جب بھی پاکستان کو ضرورت ہو گی ہم اپنا ہر ممکن کردار ادا کریں گے۔ میاں گل عبد الودود کو سٹینڈ سٹل ایگری منٹ کی مد میں پاکستان سے سالانہ 15 ہزار روپے ملتے تھے۔ انہوں نے قائد اعظم سے کہا کہ وہ اب الحاق کے بعد 15 ہزار روپے نہیں لیں گے[28] اور ان کی خواہش ہے کہ وہ پیسے پاکستان تعلیمی مقاصد کے لیے استعمال کرے۔ اس وقت جب پاکستان شدید مالی بحران میں تھا تب یہ والیٔ سوات کی جانب سے پاکستان کو ایک اہم تحفہ تھا۔ قیامِ پاکستان سے قبل جب صوبہ سرحد میں ریفرنڈم ہوا تو بھی والیٔ سوات نے پاکستان کے حق میں بہت اہم کردار ادا کیا۔ 6 سے 17 جولائی 1947ء میں ریفرنڈم ہوا جس میں اکثریت نے پاکستان کے حق میں ووٹ دیا۔ 289244 (دو لاکھ نواسی ہزار دو سو چوالیس)میں سے صرف 2874 (دو ہزار آٹھ سو چہتر) پاکستان کی مخالفت میں آئے، جبکہ بقیہ 99 فیصد لوگوں نے پاکستان کی حمایت کی۔ والیٔ سوات نے اس ریفرنڈم میں نہ صرف سیاسی سطح پر بلکہ مالی طور پر بھی مسلم لیگ کی مدد کی۔[29] اس ریفرنڈم سے قبل جناح صاحب نے والیٔ سوات کو جو خط لکھا اس کا کچھ حصہ پیش ہے:

> 'Dear Wali-i-Swat, I am pleased indeed to hear of your wholehearted support and encouragement that you have given in our coming fight for the referendum which is to take place from the 6th July... I am, however, grateful to you and to your Heir Apparent for having made a most handsome and generous contribution towards the Fund which is necessary for us to contest this referendum. I shall always remember that at the critical moment not only we had your heart with us but you gave us every help[30] "...

"عزیز والیٔ سوات، آنے والے 6 جولائی کے ریفرنڈم کیلئے آپ کی طرف سے ہماری مکمل حمایت اور حوصلہ افزائی میرے لیے خوشی کا باعث ہے۔ میں البتہ آپ اور آپ کے ولی عہد کا شکر گزار ہوں جنہوں نے اس ریفرنڈم کے لیے فنڈز دیے۔ میں ہمیشہ یاد رکھوں گا کہ آپ نے اس کٹھن وقت میں نہ صرف ہماری حوصلہ افزائی کی بلکہ ہمیں مکمل مدد بھی فراہم کی"۔

اسی طرح والیٔ سوات نے قائد اعظم کے نام جو خط لکھا اس میں سوات کا قیام پاکستان میں کردار اور سوات کی پاکستان کے لیے اہمیت بڑی واضح ہے۔ والیٔ سوات لکھتے ہیں:

> "Your Excellency Quaid-i-Azam, I am writing this to explain that Swat occupies a very strategic

[24]Jinnah paper. Vol. viii.p.253
[25]Muhammad Bahar Khan, The Annexation of Princely States with Pakistan and Its Impacts, Unpublished Thesis submitted for Doctor of Philosophy in Pakistan Studies, Department of Pakistan Studies, The Islamia University of Bahawalpur, 2020, p. 74
[26]E.J.M. Dent to F. Amin, April 15,1948, NAP, F.216(III)-GG.123
[27]Ruler of swat to Ambrose Dundas, June 4, 1948, NAP, F.6-GG/2.
[28]F. Amin to M. Ikramullah, May 24, 1948, NAP, F.6-GG/3.
[29]Sultan-i-Rome. Swat State (1915-1969) from Genesis to Merger: An Analysis of Political, Administrative, Socio-political, and Economic Development. Oxford University Press. 2008
[30]PS-145. M. A. Jinnah to Ruler of Swat F.718/3 245 28 PI July 1947.

position as would be apparent from the study of the map of the N.W Frontier. This would be in the interest of Pakistan itself to maintain it as a strong bastion... Its loyalty to the completion of Pakistan has been constant and enthusiastic... Swat is cent per cent Muslim League[31]"...

"عالی مرتبت قائد اعظم، میں وضاحت کرنا چاہتا ہوں کہ جغرافیائی اعتبار سے سوات ایک اہم مقام پر موجود ہے جیسا کہ صوبہ سرحد کے نقشے سے بھی واضح ہے- یہ پاکستان کے فائدے میں ہو گا کہ اسے ایک مضبوط گڑھ بنایا جائے---اس(سوات) کی تشکیل پاکستان کے ساتھ وفاداری مستقل اور پر جوش رہی ہے--- سوات سو فیصد مسلم لیگ ہے"-

قیام پاکستان کے وقت پاکستان کو ملنے والے جنگی ساز و سامان کا بیشتر حصہ ناکارہ تھا- بالخصوص جنگی طیارے ناقابلِ استعمال تھے- ایسے کٹھن حالات میں والئ سوات نے پاکستان کے دفاع کو مضبوط بنانے کیلئے پاکستان ائیر فورس کو ایک جنگی طیارہ عطیہ کیا- طیارہ پاکستان ائیر فورس کی مشاورت سے کم و بیش 2 لاکھ روپے میں خریدا گیا تھا- اس رقم کا اندازہ یوں لگایا جاسکتا ہے کہ اس وقت سونے کی قیمت 56 روپے تولہ تھی جب والئ سوات نے لاکھوں روپے پاکستان کو عطیہ کیے-[32]

ریاست چترال:

ریاست چترال کا محل وقوع بہت زیادہ اہمیت کا حامل ہے- ریاست چترال کی مشرقی حدود گلگت بلتستان سے ملتی ہیں جبکہ ریاست کی شمال مغربی سرحد افغانستان کے صوبوں کنڑ، بدخشاں اور نورستان سے ملتی ہے- ریاست چترال کے جنوب میں سوات اور دیر واقع ہے اور واخان کی ایک تنگ پٹی ریاست چترال کو تاجکستان سے جدا کرتی ہے- لواری پاس اور شندور کی چوٹی ریاست چترال کو پاکستان سے براستہ سڑک ملاتے ہیں-[33]

قیام پاکستان کے بعد چترال کے مہتر (نواب)، مہتر مظفر الملک، پاکستان کے ساتھ الحاق کے خواہشمند تھے-[34] انہوں نے قائد اعظم محمد علی جناحؒ سے مل کر ریاست کے الحاق کے حوالے سے معاملات طے کرنے کی خواہش کا اظہار کیا-[35]

بیگم رعنا لیاقت علی خان

والئ سوات کی جانب سے تحفہ دیے گئے جنگی جہاز کی افتتاحی تقریب کے دوران

6 نومبر 1947ء کو ریاست چترال نے پاکستان میں شمولیت کی باقاعدہ دستاویز (Letter of Annexation) سائن کی- چونکہ چترال کا کشمیر کے ساتھ سیاسی تعلق تھا اس لیے قائد اعظم محمد علی جناحؒ نے الحاق کی دستاویز پر فوری دستخط نہیں کیے اور چترال کے الحاق کو فوری تسلیم نہیں کیا تاکہ مسئلہ کشمیر پر اثرات مرتب نہ ہوں-[36] 18 فروری 1948ء کو قائد اعظم محمد علی جناحؒ نے چترال کے الحاق کی دستاویز پر دستخط کئے اور چترال پاکستان کا حصہ بنا- چترال کے مہتر قائد کی بے حد عزت کرتے تھے- انہوں نے قائد اعظم ریلیف فنڈ میں 30 ہزار روپے جمع کروائے تھے جو کہ مہاجرین کے مسائل کے لیے اہم تھے- مہتر نے ریاستی سطح

---

[31]PS-146.Ruler of Swat to M.A. Jinnah F. 6-GG/I Saidu Sharif, Swat State, N.W.F.P.,8 August 1947.

[32]https://defence.pk/pdf/threads/when-swat-state-donated-fury-aircraft-to-pakistan.657331/

[33]Muhammad Bahar Khan, The Annexation of Princely States with Pakistan and Its Impacts, Unpublished Thesis submitted for Doctor of Philosophy in Pakistan Studies, Department of Pakistan Studies, The Islamia University of Bahawalpur, 2020, p. 21

[34]Ruler of Chitral to Jinnah, August 3, 1947.NAP, F.5-GG/1-2

[35]Ruler of Chitral to Jinnah, August 9, 1947.NAP, F.5-GG/3.

[36]Wayne Ayres Wilcox, Pakistan: The Consolidation of a Nation. New York.1963. P.83.

پر مہاجرین کیلئے گرم کپڑے اکٹھے کیے تاکہ مہاجرین کی مدد کی جاسکے۔[37]

مہتر نے قائد اعظم محمد علی جناحؒ کو خط لکھا اور اس میں ان کی پاکستان سے محبت کو واضح طور پر دیکھا جاسکتا ہے:

"My dear Friend, Thank you very much indeed for Your Excellency's kind letter No.1683-GG/47, dated the 7th October 1947.I am grateful for your kind appreciation of what little I have been able to do for Pakistan. I also thank Your Excellency for inviting my representative to Karachi to go through the formalities of Chitral State's accession to Pakistan. I have been considering the question myself and I think it is much better if instead of sending a representative, I come to Karachi myself, so that besides going through the Accession formalities personally, I may have the pleasure of paying my respects to you………… Meanwhile, owing to bad health, I had to postpone my visit. However, I am looking forward to some other opportunity of seeing you. Owing to this State's limited income, I have so far been able to contribute only Rs.30,000 to the Quaid-i-Azam's Relief Fund. I am also collecting warm clothes for the refugees and will forward these through the P.A. (Political Agent) in due course[38] "

"میرے عزیز دوست بلاشبہ آپ کے خط نمبر No.1683-GG/47 کا بہت زیادہ شکریہ۔ آپ کی ہماری طرف سے پاکستان کے لیے چھوٹی سی کاوش جس کو آپ نے سراہا ہے اس کا بہت شکریہ اور میں اس بات کے لیے بھی شکر گزار ہوں کہ آپ نے ریاست چترال کے پاکستان سے الحاق کے حوالے سے رسمی چیزوں کو حتمی شکل دینے کیلئے میرے نمائندے کو کراچی میں مدعو کیا۔ میں اس معاملے کو خود پوری توجہ سے دیکھ رہا ہوں اور اپنے نمائندے کو بھیجنے کی بجائے میں ذاتی طور پر اس کام کے لیے کراچی آؤں گا اور ان معاملات کو مکمل کرنے سے بعد آپ سے بھی ملاقات کروں گا۔ ابھی مجھے طبیعت ناساز ہونے کی وجہ سے آپ کے پاس آنے کا پروگرام مؤخر کرنا پڑ رہا ہے کسی اور موقع پر آپ سے ملاقات کے لیے حاضر ہوں گا۔ ریاست کی محدود آمدنی کی وجہ سے میں ابھی صرف 30000 روپے جمع کروا رہا ہوں اور میں مہاجرین کیلئے گرم کپڑوں کا انتظام کر رہا ہوں جو پولیٹکل ایجنٹ کے ذریعے جلد آپ تک پہنچ جائیں گے"۔

مہتر نے پاکستان کی مختلف ضروریات کے مدنظر قائد اعظمؒ کو چترالی دیودار کی لکڑی کی پیش کش بھی کی کہ اس لکڑی سے دفاتر وغیرہ میں فرنیچر بنایا جاسکتا ہے۔[39] انہوں نے قائد اعظم کو درخواست کی کہ ریاست چترال میں ایک سروے کرایا جائے تاکہ ریاست میں موجود معدنیات جیسا کہ کاپر، آئرن، سلفر، چاندی، سونا وغیرہ کا پتا چل سکے۔[40] مہتر نے یہ آفر بھی کی کہ اگر ریاست میں معدنیات

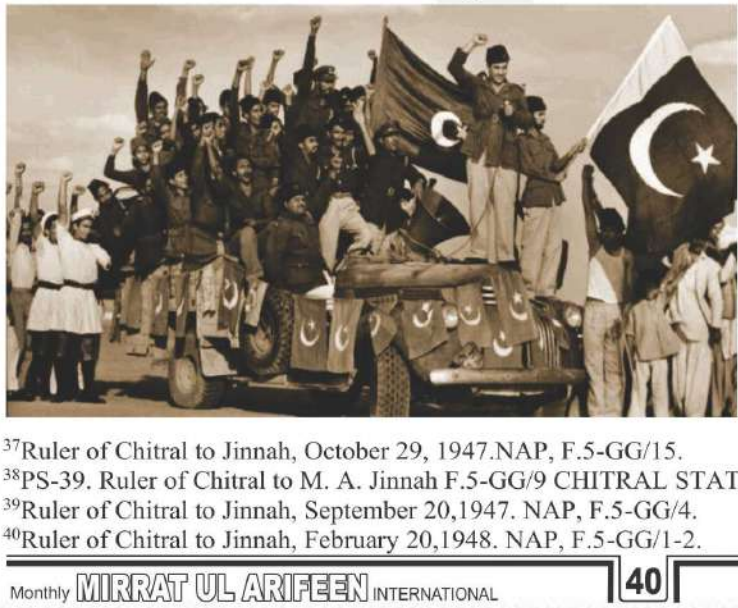

[37]Ruler of Chitral to Jinnah, October 29, 1947.NAP, F.5-GG/15.
[38]PS-39. Ruler of Chitral to M. A. Jinnah F.5-GG/9 CHITRAL STATE, 29 October 1947.
[39]Ruler of Chitral to Jinnah, September 20,1947. NAP, F.5-GG/4.
[40]Ruler of Chitral to Jinnah, February 20,1948. NAP, F.5-GG/1-2.

دریافت ہوتی ہیں تو چترال کی عوام ان معدنیات کا 55 فیصد اپنی ترقی پر لگائے گی جبکہ بقیہ 45 فیصد پاکستان کو دے دیا جائے گا۔

ریاست خیر پور:

ریاست خیر پور سندھ کے علاقے میں واقع واحد ریاست تھی۔یہ ریاست بہت زرخیز تھی اور زرعی پیداوار کے حوالے سے بہت زیادہ اہمیت کی حامل تھی۔[41] میر غلام حسین تالپور (جو کہ بورڈ آف ریجینسی کے سینئر رکن تھے) نے ریاست خیر پور کے حکمران کے نمائندے کے طور پر پاکستان سے ریاست خیر پور کے الحاق کی دستاویز پر دستخط کیے۔[42] محمد علی تالپور کی طرف سے قائداعظم محمد علی جناحؒ کو لکھے گئے خط کا کچھ حصہ ملاحظہ کیجیے:

"Assalaam-o-Alaikum. I beg to offer my hearty congratulations to you on the achievement of Pakistan and your proposed appointment as its first Governor-General. May God grant you long life and good health to guide the destiny of the Indian Muslims. I would like to see the day when Your Excellency gives a lead to the Muslims of the world. The State of Khairpur is a part of Pakistan. Your Excellency has more than once declared your policy so far as the Indian States are concerned. Your Excellency alone can save the life of the minor Ruler of Khairpur and save the Khairpur State from being exploited by a gang of selfish persons. I had written; to Your Excellency's Private Secretary for an interview in Delhi but I think it could not be granted on account of numerous engagements and pressure of work. I beg to remain, Your obedient servant, Muhammad Ali Talpur Heir-Presumptive of Khairpur[43] "

"السلام و علیکم مَیں آپ کو پاکستان کے حصول اور اس کے ممکنہ گورنر جنرل تعینات ہونے پر مبارکباد پیش کرتا ہوں میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ آپ کو لمبی اور صحت مند زندگی عطا کرے کہ آپ مسلمانوں کے مقدر کو چمکا سکیں اور امید کرتا ہوں کہ آپ کو پوری دنیا کے مسلمانوں کی راہنمائی کرتے ہوئے دیکھوں۔ ریاست خیر پور پاکستان کا حصہ ہے اور جہاں تک شاہی ریاستوں کی بات ہے تو اس بارے آپ ایک سے زیادہ مرتبہ اپنی پالیسی کا اعلان کر چکے ہیں۔ جناب عالی صرف آپ ہی وہ انسان ہیں جو ریاست خیر پور کے میر کو اور اس ریاست کو خود غرض لوگوں کے ایک گروہ کے ہاتھوں استحصال سے بچا سکتے ہیں۔ میں نے آپ کے ذاتی سیکریٹری کو دہلی میں ایک انٹرویو کے لیے لکھا ہے اور میرا خیال ہے کہ کام کے بوجھ اور مختلف مصروفیات کی وجہ سے اس کی ترتیب نہیں بن سکی۔ میں آپ کا فرمانبردار خادم رہوں گا۔ محمد علی تالپور ریاست خیر پور کا ممکنہ ولی عہد"۔

میر آف خیر پور کی طرف سے 3 اکتوبر 1947ء کو الحاق کی دستاویز پر دستخط کیے گئے اور قائداعظم محمد علی جناحؒ نے 9 اکتوبر 1947ء کو اس کو قبول فرمایا اور اس پر دستخط کیے۔[44]

[41]Ch. Muhammad Ali, Emergence of Pakistan, Lahore, 1967,P.236
[42]Quoted by Zaidi, ed., Jinnah Papers, Vol. VIII, xvi.
[43]PS.124.Muhammad Ali Talpur to M. A. Jinnah. F. 8-GG/1-2.22, 8 August 1947.
[44]PS-125.Instrument of Accession of Khairpur State (KARACHI, 9 October 1947

بلوچستان کی ریاستیں:

مکران، خاران اور لسبیلہ نسبتاً چھوٹی ریاستیں تھیں اور انہوں نے قیام پاکستان کے فوری بعد ہی پاکستان کے ساتھ الحاق کر لیا- خاران کے سردار نے 19 اگست 1947ء کو ہی پاکستان کے ساتھ الحاق کی خواہش کا اظہار کر دیا تھا-

ریاست قلات:

قائداعظم نے اپنی پالیسی کے عین مطابق خان صاحب آف قلات میر احمد یار خان کو پاکستان کے ساتھ الحاق پر زبر ستی مجبور نہیں کیا- البتہ قائد کی خواہش تھی کہ قلات پاکستان کے ساتھ الحاق کر لے کیونکہ وہ سمجھتے تھے کہ بدلتے عالمی منظر نامے میں قلات کی بقاء مشکل ہو گی-

قائد نے 1948ء میں بلوچستان کا دورہ بھی کیا اور وہاں کے قبائلی سرداران سے بھی مذاکرات کیے اور انہیں پاکستان کے ساتھ الحاق پر قائل کیا- جنہوں نے پاکستان کے ساتھ الحاق کا فیصلہ کیا- مارچ 1948ء کو قائداعظم محمد علی جناحؒ نے قلات کے پاکستان کے ساتھ الحاق کی دستاویز پر دستخط کیے اور قلات پاکستان کا حصہ بن گیا-[45]

خان آف قلات نے الحاق میں تاخیر کے متعلق قائداعظم کے نام اپنے ایک طویل خط میں تذکرہ کیا ہے- یہ خط 1948ء کی ابتدا میں لکھا گیا- خان صاحب آف ریاست قلات کے خط کا کچھ حصہ ملاحظہ کریں:

"My dear Quaid-i-Azam, I have been helping you and the Muslim League for the last ten years to win Pakistan. During all this time, you have been like a father to me and you have been good enough to call me your son. You have been helping and advising me about my State's case during the British rule.... I was very grateful to you when you accepted the special position of Kalat State by recognizing its sovereign independent status in the beginning of August last year. During all this time you were advising me to accede and assuring me that after accession Kalat's rights would be sympathetically considered by you. My policy was to bring Kalat into Pakistan in a position in keeping with the honour and traditions of the State. I was bringing the tribes to accept this policy. It is for this reason that it took so long to complete the case between Pakistan and Kalat... But my and Kalat's enemies, who in reality are the enemies equally of Pakistan and Kalat, interpreted this delay as proof that I was in negotiation with some enemy of Pakistan... I feel it my duty to continue to serve Kalat and Pakistan in the way that you advise me 'is best...I, therefore, assure you that I agree for annexation with Pakistan".

"میرے عزیز قائداعظم! مَیں آپ کی اور مسلم لیگ کی قیام پاکستان کی خاطر گزشتہ 10 سال سے مدد کر رہا ہوں- اس تمام وقت میں آپ میرے والد کی طرح پیش آئے ہیں اور ہمیشہ مجھے اپنا بیٹا سمجھتے رہے ہیں-

[45]Jinnah to Ruler of Qalat, April 2,1948, NAP,F.14-GG/123.

آپ نے برطانوی راج کے وقت ہمیشہ میری مدد کی اور مجھے ریاست کے معاملات میں advise بھی کیا- مجھے بہت خوشی ہوئی جب آپ نے گزشتہ برس اگست میں قلات کی آزادانہ خود مختار حیثیت کو تسلیم کیا- اس تمام وقت میں آپ نے مجھے پاکستان کے ساتھ الحاق کا مشورہ دیا اور مجھے اس بات کی یقین دہانی کروائی کہ الحاق کے بعد قلات کے حقوق آپ بذاتِ خود دیکھیں گے- میری پالیسی اور چاہت ہے کہ قلات کو اس طریقے سے پاکستان میں شامل کیا جائے کہ ریاست کی عزت و وقار اور روایات محفوظ رہیں- میں قبائل کو اس پالیسی پر قائل کرنے کی کوشش کر رہا تھا- یہی وجہ ہے کہ پاکستان اور قلات کا کیس طوالت اختیار کر گیا- لیکن میرے اور قلات کی دشمنوں نے جو پاکستان کے بھی دشمن ہیں اس کو یوں رنگ دینا شروع کر دیا جیسے میں پاکستان کے دشمنوں کے ساتھ مذاکرت کر رہا ہوں- میں پاکستان اور قلات کی خدمت اس طریقے میں جاری رکھوں گا جیسے آپ مجھے مشورہ دیں گے- میں آپ کو یقین دلواتا ہوں کہ میں پاکستان کے ساتھ الحاق کے لیے تیار ہوں"-

میر احمد یار خان نے دوبار قائداعظم محمد علی جناح اور ان کی قابل فخر بہن محترمہ فاطمہ جناح کو سونے اور چاندی میں تولا تھا- ان کے وزن کے برابر یہ سونا اور چاندی تحریک پاکستان کے لئے عطیہ کے طور پر پیش کر دیا تھا-[46] انہوں نے تحریک پاکستان کیلئے محترمہ فاطمہ جناح کو اس وقت کے ایک لاکھ روپے کی مالیت کا سونے کا ہار تحفے میں دیا-

ریاستِ جوناگڑھ اور مناودر:

جنوری 1945ء میں قائداعظم نے مناودر کے علاقے بانٹوا کا دورہ کیا- حاجی موسیٰ لوائی اپنی کتاب عکسِ بانٹوا میں لکھتے ہیں کہ یہ ان کا کاٹھیاواڑ کا پہلا دورہ تھا- قائداعظم کا والہانہ استقبال کیا گیا اور ایک خطیر رقم مسلم لیگ اور تحریکِ آزادی کیلئے اکٹھی کی گئی اور اسی فنڈ سے انگریزی اخبار ڈان کا اجراء ہوا-[47] تقسیم ہند 1947ء کے وقت، ریاست کے نواب نے کانگریس کے دباؤ اور دھمکیوں کے باوجود پاکستان کے ساتھ الحاق کیا- قائداعظم اور نواب مہابت خانجی نے الحاقی دستاویز پر دستخط کیے اور ریاست

جوناگڑھ قانونی طور پر پاکستان کا حصہ بن گئی-[48] ریاست جوناگڑھ دو ماہ تک پاکستان کا باقاعدہ حصہ رہی جس کے بعد بھارت نے فوجی طاقت کے بل بوتے پر اس پر قبضہ کر لیا- آج بھی نواب آف جوناگڑھ اور ریاست پاکستان جوناگڑھ کو پاکستان کا حصہ تصور کرتے ہیں اور اس کے حصول کے لیے ہر ممکن قانونی چارہ جوئی کر رہے ہیں-[49] قائداعظم نے

[46]Muhammad Bahar Khan, The Annexation of Princely States with Pakistan and Its Impacts, Unpublished Thesis submitted for Doctor of Philosophy in Pakistan Studies, Department of Pakistan Studies, The Islamia University of Bahawalpur, 2020, p. 120

[47]Haji Mosa Lawai, Aqs-e-Bantwa (Bantwa Reflections), Qasim Mosa Lawai: Mosa Lawai Foundation, 2006, p. 50

[48]https://www.muslim-institute.org/newsletter-rtd-junagadh-accession.html

[49]https://www.muslim-institute.org/newsletter-seminar-junagadh.html

ریاست جوناگڑھ کے مضبوط معاشی لوگوں میمن فیملی کو پاکستان آنے کی دعوت دی جسے وہاں تنگ ہوتے حالات کے پیش نظر قبول کر لیا گیا-اس سے پاکستان کی نوزائیدہ معیشت کو سہارا ملا اس کا ذکر امریکن محقق گستر، ایف، پیپنیک(Gustar F. Papneek)نے یوں کیا کہ آبادی کے صرف آدھا فیصد لوگ (میمن کمیونٹی) پاکستانی تجارت میں تقریباً26 فیصد شراکت دار تھے-[50] اسی طرح سٹیفن، آر، لیوس(Stephen R. Lewis)نے اپنی کتاب "پاکستان کی صنعتی و تجارتی پالیسی" میں لکھا ہے کہ پاکستان کی معیشت کو میمن تاجروں نے سہارا دیا اور ہندو تاجروں کی تمام تر توقعات کے برعکس پاکستان کی معیشت کو پروان چڑھایا-[51]

ریاستِ امب:

برصغیر پاک و ہند کی تقسیم کے وقت ریاست امب نے پاکستان کے ساتھ الحاق کا فیصلہ کیا محمد فرید خان جو اس کے حکمران تھے پاکستان کی طرف مائل تھے- امب کی ریاست NWFP کی ریاستوں میں پہلی ریاست تھی جس نے پاکستان بننے سے پہلے پاکستان کے ساتھ جولائی 1947ء میں Standstill agreement کیا اور یہ کہا کہ وہ اپنے تمام ذاتی اور ریاستی وسائل کو At the disposal of the Government of Pakistan کے نام پر دے گا-[52] الحاقی دستاویز پر امب ریاست کے حکمران کی طرف سے 31 دسمبر 1947ء کو دستخط کئے گئے جسے گورنر جنرل آف پاکستان قائد اعظم نے اسی دن قبول کیا- ریاست امب کے حکمران محمد فرید خان قائداعظم کو باقاعدہ بنیادوں پر خط لکھا کرتے تھے جس میں ان مسائل کے بارے میں مشاورت کرتے تھے جو ان کیلئے یا ان کی ہمسایہ ریاستوں میں پیدا ہو سکتے تھے-

ریاستِ دیر:

تقسیم ہند کے بعد ریاست دیر کے نواب جہان خان نے 1947ء میں پہلی کشمیر جنگ میں پاکستان کی حمایت میں اپنی افواج کو بھیجا تھا- جبکہ پاکستان کے ساتھ اس کا الحاق بعد میں ہوا-

ریاست دیر کے حکمران کے بیٹے کی طرف سے پاکستان کو لکھا گیا خط ان کی پاکستان سے محبت کی واضع دلیل ہے:

> *"I congratulate you, and may God bless you with the gifted State of Pakistan. The shackles of slavery have been broken. On this great achievement, every Muslim may rightly feel proud.[53]"*

"میں آپ کو مبارکباد پیش کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو پاکستان جیسی ریاست کا تحفہ عطا فرمایا ہے- غلامی کی زنجیریں ٹوٹ چکی ہیں اس عظیم کامیابی پر ہر مسلمان کو فخر کرنا چاہئے"-

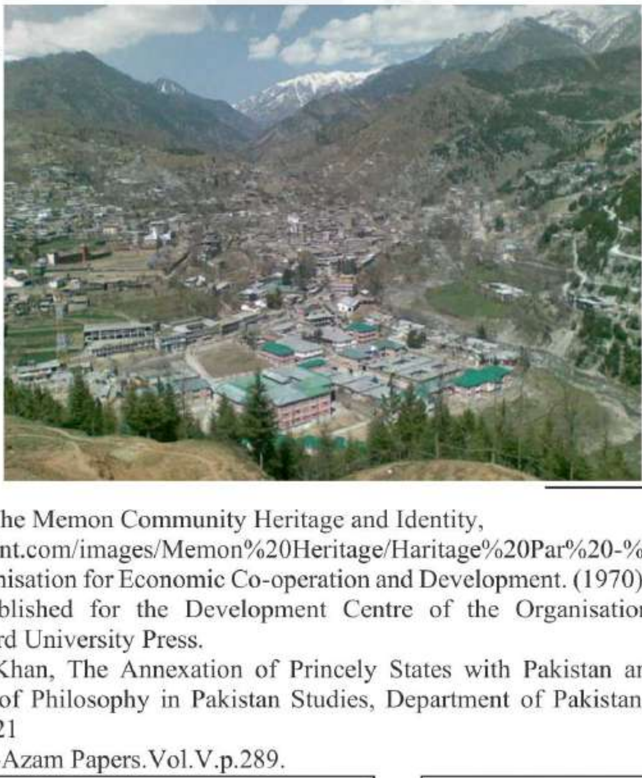

[50]Gustar F. Papneek, The Memon Community Heritage and Identity, http://www.memonpoint.com/images/Memon%20Heritage/Haritage%20Par%20-%20I.pdf

[51]Lewis, S. R., & Organisation for Economic Co-operation and Development. (1970). Pakistan: Industrialization and trade policies. London: Published for the Development Centre of the Organisation for Economic Co-operation and Development by Oxford University Press.

[52]Muhammad Bahar Khan, The Annexation of Princely States with Pakistan and Its Impacts, Unpublished Thesis submitted for Doctor of Philosophy in Pakistan Studies, Department of Pakistan Studies, The Islamia University of Bahawalpur, 2020, p. 21

[53]Z. H. Zaidi, Quaid-e-Azam Papers.Vol.V.p.289.

دیر کے نواب سر شاہ جہاں نے الحاق کی دستاویز پر 9 نومبر 1947ء کو دستخط کئے جسے قائد اعظم نے 18 فروری 1948ء کو قبول کیا۔[54]

ریاست ہنزہ ونگر:

جغرافیائی نقطہ نگاہ سے یہ دونوں ریاستیں بہت زیادہ اہمیت کی حامل ہیں۔ یہاں سے درہ کلیک سے گزر کر چینی ترکستان کے علاقے میں پہنچا جا سکتا ہے۔[55] آزادی کے وقت کشمیر کے مہاراجہ نے ہنزہ و نگر کو اپنے ساتھ ملانے اور حصہ بنانے کی کوشش کی جس کے لئے مختلف حربے بھی استعمال کئے اور ہنزہ و نگر کے نوابین کو بلایا اور اپنے ساتھ ملنے کا کہا لیکن دونوں ریاستوں کے نوابین نے قبول نہیں کیا۔ میجر براؤن نے جو تقسیم ہند کے وقت گلگت ایجنسی میں تعینات تھے۔ انہوں نے 35 اکتوبر 1947ء کو نوابین کو بلایا اور پوچھا کہ وہ کیا ہری سنگھ کے ساتھ الحاق کرنا چاہتے ہیں (اس وقت کشمیر میں ہونے والی شورش کو بھی ذہن میں رکھنا چاہئے) تو ہنزہ کے میر نے اس مشکل اور کٹھن وقت میں بھی یہی کہا کہ:

"There is only one way us to go and that is to Pakistan and we shall join Pakistan"

"ہمارے لئے ایک ہی راستہ ہے اور وہ پاکستان کی طرف ہے۔ ہم پاکستان سے ہی الحاق کریں گے"۔

3 نومبر 1947ء کو ریاست ہنزہ کے حکمران نے قائد اعظم محمد علی جناحؒ کو لکھا:

"I declare with pleasure on behalf myself and my state accession to Pakistan".[56]

"میں بخوشی اپنے اور اپنی ریاست کی طرف پاکستان سے الحاق کا اعلان کرتا ہوں"۔

ریاست نگر کے حکمران نے قائد اعظم محمد علی جناحؒ کو لکھا:

"In the exercise of my supremacy in and over my State do hereby execute this my instrument of Annexation and I do hereby declare that I annex to the state of Pakistan and promise full faithfulness to Pakistan. I accept the External-Affairs, Defense and Communication, as mentioned in schedule attached hereto, the Governor of Pakistan has full authority, both legislative and executive. Nothing in this Instrument affects the continuances of my supermacy in and over this State or save as provided by, or under this instrument, the exercise of any power, authority and rights now enjoyed by me in regard to the internal administration of my State. I declare that I execute this instrument on behalf of this state and my heirs and successors. (Shaukat Ali, Mir of Nagar state, 19-11-47)[57] "

[54]S.M. Yousuf to M. Ikramullah, October 8, 1947, NAP, F.124(11)-GG/1

[55]Urdu "Daira Muarif-e-Islamia. Danish Gah Punjab, Lahore. Edition 1st vol.23, 1989.p.218.

[56]Z. H. Zaidi, Quaid-e-Azam Papers. Vol. VIII. Pakistan States-47, 3 November 1947, M. Jamal Khan to William A. Brown, The Gilgit Rebellion 1947, p.177.

[57]Z. H. Zaidi, Quaid-e-Azam Papers. Vol. VIII. Pakistan States-48, Liaquat Ali Khan to George Cunningham, Telegram, FOA, SA (4)-6/2 Most Immediate No-380-G. Lahore 6 November 1947.

ہنزہ کے میر اور نگر کے میر شوکت علی نے اپنے Instruments of Accessions نومبر 1947ء کو بھیجے، جنہیں قائداعظم نے 7 دسمبر 1947ء کو قبول کیا۔[58]
ہنزہ اور نگر کا پاکستان کے ساتھ الحاق ان کا تحریک پاکستان اور ملک پاکستان کے ساتھ محبت و لگاؤ کا ثبوت ہے۔

ریاستِ کشمیر:

13 جولائی 1931ء یوم شہداء کشمیر (تحریک آزادی کشمیر کا باقاعدہ آغاز)

13 جولائی 1931ء کو سرینگر میں مسلمانوں کے ہجوم پر گولیاں برسادی گئیں اور مسلمانوں کا قتل عام کیا گیا۔[59] علامہ اقبال، صدر مسلم لیگ 1931ء نے کشمیری مظالم کا نوٹس لیتے ہوئے 14 اگست کو کشمیریوں کے ساتھ یکجہتی کا دن قرار دیا۔ اس واقعہ پہ کشمیریوں نے اپنی نظریاتی و اسلامی شناخت کو خطرے میں دیکھا اور ڈوگرا راج سے چھٹکارہ حاصل کرنے کا فیصلہ کرلیا۔ دو قومی نظریہ سیاست کا محور بن گیا۔ اس واقعہ کو مشہور برطانوی مصنف الیسٹر لیمب نے اپنی تصانیف میں کشمیر کی تحریکِ آزادی کا نقطۂ آغاز گردانا ہے۔[60] میر واعظ یوسف شاہ نے مسلم کانفرس کو یکجا کیا اور مسلم لیگ کے قراردادِ پاکستان 1945ء کے بعین کشمیر کو تحریک پاکستان میں شامل کرنے کی جدوجہد شروع کی۔ چنانچہ ڈوگرا راج کے خلاف تحریکِ آزادی کشمیر باقاعدہ طور پر تحریک پاکستان میں تبدیل ہو گئی۔ قائداعظم نے تحریک پاکستان کے سلسلے میں 1946ء کو کشمیر کا دورہ کیا اور مسلم کانفرس کو مسلمانوں کی نمائندہ جماعت قرار دیا۔ کشمیری مسلمانوں نے مسلم کانفرس پر اعتماد کا اظہار کیا۔

جنوری 1947ء میں ہونے والے عام انتخابات میں ڈوگرا راج کی طرف سے رکاوٹوں اور نیشنل کانفرس کے بائیکاٹ کے باوجود اسے کامیابی ملی اور مسلمانوں کی واحد نمائندہ جماعت ایوان کا حصہ بنی۔ مسلم لیگ کے ساتھ الحاق کے بعد پہلا الیکشن اور کامیابی تحریکِ پاکستان کی مقبولیت کا باعث بنی۔

آزادئ ہند ایکٹ 1947ء کے اعلان کے ایک دن بعد ہی 19 جولائی 1947ء کو مسلم کانفرس نے جموں و کشمیر قانون ساز اسمبلی میں پاکستان کے ساتھ الحاق کی قرارداد منظور کر کے عوامی رائے ظاہر کی۔ ریڈکلف ایوارڈ سازش کے ذریعے فیروزپور اور گورداسپور بھارت کو دے دیئے گئے اور بھارت کو کشمیر تک زمینی راستہ مہیا کر کے الحاق کا راستہ ہموار کیا گیا۔ ڈوگرا راج کے الحاقِ پاکستان میں تاخیری حربے عوامی انتشار کا باعث بنے اور ڈوگرا افواج نے مسلمانوں کی نسل کشی شروع کر دی جس پر قبائلی علاقے انسانی ہمدردی اور کشمیری لوگوں کی مدد کے لئے کشمیر میں داخل ہو گئے۔ بھارت نے عالمی قوانین کی خلاف ورزی کرتے ہوئے غیر قانونی الحاق کا دعوٰی کر دیا جس پر مہاراجہ نے کشمیریوں کو بھارتی ہتھکڑیوں و بیڑیوں میں باندھ دیا۔ شیخ عبداللہ کو کشمیری رہنما کے طور پیش کیا گیا۔ کشمیر کا الحاق پاکستان، تقسیم ہند کا ایک نامکمل باب بن کر ابھرا۔ کشمیر میں بھارتی افواج کے داخلے کے بعد پاکستان اور بھارت کے درمیان باقاعدہ پہلی کشمیر جنگ شروع ہوئی۔ بھارت کے ہاتھوں سے پھسلتا کشمیر دیکھ کر، نہرو نے اقوام متحدہ کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ کشمیر میں جنگ بندی کا اعلان کر دیا گیا اور پاکستان کشمیر کا وکیل بن کر پیش ہوا۔ 21 اپریل 1948ء کو کشمیر پر اقوام متحدہ کی سکیورٹی کونسل میں حقِ خود ارادیت کی قرارداد منظور کی گئی۔[61] آج بھی کشمیری دو قومی نظریہ کے تسلسل کی جنگ لڑ رہے ہیں اور بھارتی مذموم مقاصد کے

[58]Annex to PS-48. Quaid-eAzam paper.vol.viii.PS.47.p.114
[59]https://www.hilal.gov.pk/urdu-article/detail/NTI4MQ==.html
[60]Alstair Lamb, Kashmir: A Disputed Legacy, 1846-1990. Hertford: oxford Books, 1992.
[61]SCOR, 3rd year, 236th meeting, 28 January 1948, p,283 as quoted Ijaz Hussain, Kashmir Dispute: An International Law.Islamabad.1998, p.41

سامنے سیسہ پلائی دیوار بن کر کھڑے ہیں-پاکستانی پرچم میں لپٹی کشمیری شہداء کی پاکستان کیلئے کشمیریوں کی قربانیاں آج بھی جاری ہیں-

اسی طرح اور بھی کئی ریاستوں نے مسلم لیگ اور خصوصاً قائد اعظم کے نظریات اور مسلم لیگ کی شاہی ریاستوں کے متعلق معتدل پالیسی سے متاثر ہو کر پاکستان سے الحاق کا فیصلہ کیا-

جیسا کہ اسماعیل پادھیار، Junagadh: The Paradise Lost میں لکھتے ہیں کہ:

> *"Many of the native states in former British India were Muslim States and their Rulers were also Muslims. There were many Hindu States like Jodhpur, Jaipur etc. annexed to the border of West Pakistan and its Hindu rulers intended to accede to Pakistan[62] "*

"سابقہ برٹش انڈیا میں بہت سی مقامی ریاستیں مسلمان ریاستیں تھیں اور ان کے حکمران بھی مسلمان تھے- بہت سی ہندو ریاستیں بھی جیسا کہ جودھ پور، جے پور وغیرہ مغربی پاکستان کے ساتھ جڑی ہوئی ریاستیں تھیں اور اِن کے ہندو رہنما پاکستان کے ساتھ الحاق کرنا چاہتے تھے"-

اختتامیہ:

شاہی ریاستوں کے الحاق کا مطالعہ کیا جائے تو اِس بات کا علم ہوتا ہے کہ مسلم لیگ خصوصاً قائد اعظم کی منصفانہ قانونی جنگ اور معتدل رویہ کی وجہ سے مختلف ریاستوں کے حکمرانوں کو یہ بات واضح تھی کہ ان کا مستقبل صرف پاکستان کے ساتھ الحاق کی صورت میں ہے- حتیٰ کہ

کئی ہندو ریاستوں کے ہندو حکمران بھی قائد کی اصول پسندی اور قانون کی پاسداری کی وجہ سے پاکستان سے الحاق چاہتے تھے مگر کانگریس کی قیادت کی روایتی ہٹ دھرمی و بے اصولی اور لارڈ ماؤنٹ بیٹن کی ساز باز کے سبب انہیں ایسے اقدامات سے روک دیا گیا- قائد اعظم کے ذاتی کردار اور اصول پسندی سے نوابین بہت مطمئن تھے اور سمجھتے تھے کہ جائیداد و جواہرات میں ان کی ذاتی ملکیتوں کے معاملہ میں انہیں رعایت دی جائے گی- گو کہ قائد اعظم کی اچانک وفات اور نوابزادہ لیاقت علی خان کی شہادت کے بعد کی سیاسی افراتفری میں ان ریاستوں سے کئے گئے وعدے پورے نہ ہو سکے، مگر تقسیم ہند کے وقت شاہی ریاستوں کے پاس سب سے بہترین آپشن پاکستان سے الحاق تھا-

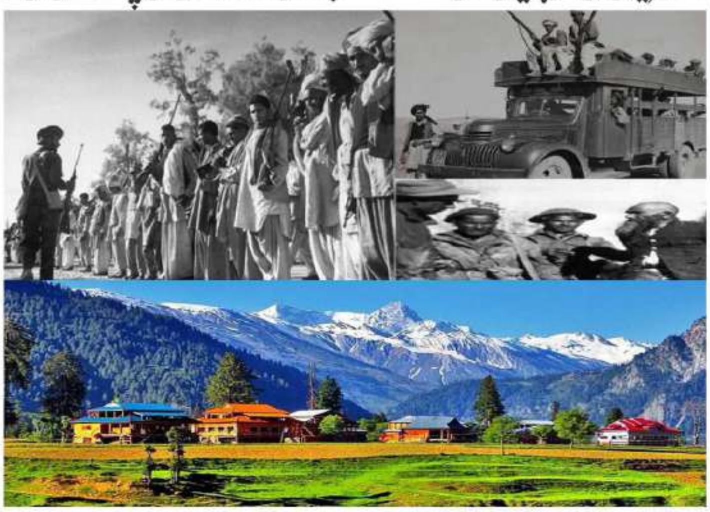

جہاں تک پاکستان سے الحاق کرنے والی ریاستوں کی پاکستان کے استحکام و سالمیت میں کردار کی بات ہے تو اس حوالے سے ریاستوں اور ان کے نوابین کا کردار قابل ستائش ہے-انہوں نے اپنی ریاستوں کے پاکستان سے الحاق کی صورت میں ناصرف پاکستان کے رقبے کو وسعت دی بلکہ اس کے معاشی و دفاعی استحکام میں بھی غیر معمولی کردار ادا کیا- پاکستان کی حکومت اور عوام کو ان نوابین کا احسان مند ہونا چاہیے اور ان نوابین کو پاکستان کی تاریخ میں پاکستان کے لیے کردار ادا کرنے والے محسنین کے طور پر یاد رکھا جانا چاہیے اور ان کی خدمات کو یاد رکھنے کے ساتھ ساتھ قومی دنوں پر ان کا پرچار کرنا چاہیے-

[62]Ismael Padhiar, Junagadh: The Paradise Lost, p.8

موجودہ امکانات:

اس وقت اگر پاکستان کی سیاست اور علاقائی سیاسی منظر نامے کا تجزیہ کیا جائے تو واضح ہوتا ہے کہ شاہی ریاستوں کی مطابقت آج بھی ویسے ہی ہے جیسے قیام پاکستان کے وقت تھی مثلاً ریاست جموں وکشمیر کو دیکھ لیا جائے تو یہ دو ایٹمی طاقتوں کے درمیان ایسا تنازعہ ہے جس کے اثرات پورے جنوبی ایشیاء پر ہیں اگر اس تنازعے کو بھارت کی جانب سے آرٹیکل 370 اور 35اے کے تناظر میں دیکھا جائے تو یہ تنازعہ مزید شدت اختیار کر کے پورے جنوبی ایشیا کو ایٹمی جنگ کی لپیٹ میں لے سکتا ہے- اس سے خطے کا امن داؤ پر لگا ہوا ہے- اس مسئلہ کے موجودہ اثرات دونوں ممالک پر دیکھیں تو پتا چلتا ہے کہ بھارت اس خطے میں زور بازو سے اپنا اثر ورسوخ قائم رکھنے کے لیے اور کشمیریوں کی حق خود ارادیت کیلئے جدو جہد کو دبانے کیلئے خطیر سرمایہ خرچ کر رہا ہے- اسی طرح اس تنازعے کی موجودگی میں پاکستان کو بھی بھارت کی کسی بھی جارحیت کا مقابلہ کرنے کے لیے ہر وقت تیار رہنا پڑتا ہے-

اسی طرح ریاست جوناگڑھ جو کہ بین الاقوامی قوانین کے مطابق الحاق کی دستاویز پر دونوں حکمرانوں کے دستخط ہونے کے بعد سے اب تک باقاعدہ پاکستان کا حصہ ہے اس پر بھارت نے غاصبانہ قبضہ کیا ہوا ہے یہ بھی اپنی نوعیت کا ایک ایسا تنازعہ ہے جو پاکستان اور بھارت کے وقت کسی بھی بڑی جنگ کا پیش خیمہ ہو سکتا ہے-

شمالی ریاستیں مثلاً دیر، سوات، چترال کی تذویراتی اور دفاعی اہمیت بہت زیادہ ہے ان ریاستوں نے اپنے پر شکوہ پہاڑی سلسلوں کے ساتھ ناصرف پاکستان کی تسخیر کو ناممکن بنا دیا ہے بلکہ اس کے ساتھ ساتھ پاکستان کی خوبصورتی کو بھی دگنا کر دیا- بین الاقوامی طاقتوں کی توجہ کا مرکز ہونے کے باوجود ان ریاستوں اور ان ریاستوں کے غیور لوگوں نے ہمیشہ پاکستان کی سالمیت اور استحکام کو یقینی بنایا ہے-

اسی طرح معاشی نقطۂ نگاہ سے دیکھا جائے تو ان ریاستوں کی اہمیت پاکستان کی معیشت میں ریڑھ کی ہڈی کی ہے- مثلاً بلوچستان کی ریاستیں قلات، مکران، خاران، لسبیلہ معدنیات اور قدرتی وسائل سے مالا مال ہیں گوادر کی اہمیت اتنی زیادہ ہے کہ اس وقت عالمی طاقتیں بھی اس کی تزویراتی و معاشی اہمیت کو تسلیم کر رہی ہیں- موجودہ پاک چائنہ اقتصادی راہداری اس کی سب سے بڑی مثال ہے- اسی طرح شمالی ریاستیں دیر، سوات، چترال، امب وغیرہ پاکستان میں سیاحتی اہمیت کے حوالے سے شاہکار ہیں اور پوری دنیا میں اس خطے کی اہمیت تسلیم شدہ ہے اور پوری دنیا سے آنے والے سیاحوں کے ذریعے پاکستان کثیر زرِ مبادلہ حاصل ہوتا ہے اور یہ علاقے بھی قدرتی وسائل اور معدنیات سے مالا مال ہیں-

معاشرتی حوالے سے پاکستان سے الحاق کرنے والی ریاستوں کی اہمیت بہت زیادہ ہے اور ہر ریاست کی اس کے جغرافیائی محل وقوع کی وجہ سے اپنی منفرد تہذیب و ثقافت ہے- جس سے معلوم ہوتا ہے کہ پاکستان اپنے خطے کا ثقافتی لحاظ سے بہت متنوع ملک ہے اور یہ تمام ریاستیں اس کی خوبصورتی اور اہمیت کو بڑھاتی ہیں-

☆☆☆

ABYAT-E-BAHOO

ابیاتِ باھو

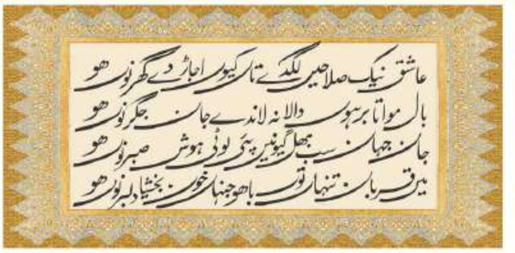

If aashiq acknowledged good advice then why would they desert their dwelling Hoo
They don't bring love of children and wealth to their hearts compelling Hoo
Forgotten soul and universe and robbed of patience and senses Hoo
I sacrifice upon you Bahoo who exonerate beloved of his blood hence Hoo

Aashiq naik sala'Hein lagday ta'N kiyo'N uja'R day ghar noo'N Hoo
Bal muwata birhoo'N wala na landaiy jaan jigr noo'N Hoo
Jaan jiha'N sab bhul gewenei'N pai lutti hosh sabr noo'N Hoo
Main qurban tinha'N tay Bahoo jinhaN Khoon ba'Khshiya dilbar noo'N Hoo

Translated by; M. A. Khan

تشریح:

1: اللہ ربُّ العزت نے ارشاد فرمایا: ”تو اُن میں سے کسی کو اپنا ولی (دوست) نہ بناؤ جب تک کہ وہ راہِ خدا میں اپنا گھر بار نہ چھوڑ دیں“ (کلید التوحید کلاں)- دنیا میں اکثر لوگ نفع ونقصان کے تابع رہ کر زندگی گزارنا پسند کرتے ہیں لیکن اس دنیا میں کچھ لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جو نفع ونقصان سے بالاتر ہو کر محض اللہ عزوجل کی رضا کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنا لیتے ہیں جن کو صاحبِ عشق کہتے ہیں- اِن لوگوں پہ اللہ عزوجل کے فضل وکرم سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ دنیا کی سب سے بڑی دانائی اور حکمت یہ ہے کہ اللہ عزوجل کی رضا کی خاطر اس کی راہ میں اپنا گھر بار، جان مال، عزت آبرو الغرض سب کچھ قربان کر دیا جائے- اس لیے وہ اس معاملے میں کسی دانشور یا حکیم کے فلسفے کو خاطر میں نہیں لاتے جیسا کہ سُلطان العارفین حضرت سُلطان باھو (رحمۃ اللہ علیہ) ارشاد فرماتے ہیں:

”مومن مسلمان وہ ہے جو اللہ کی راہ میں اپنا گھر بار لٹا کر حضور نبی رحمت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی عظیم سنت ادا کرتا ہے کہ یہ حضور نبی رحمت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی سنتوں میں سے بزرگ ترین سنت ہے- اِس فرض وسنت پر عمل درآمد صرف اہل اللہ ہی کرتے ہیں“ (کلید التوحید کلاں)- مزید ارشاد فرمایا: ”تمام فرائض میں سے افضل ترین فرض خدائے تعالیٰ کو حاضر ناظر جاننا ہے اور افضل ترین سنت راہِ خدا میں گھر بار کو صدقہ کرنا ہے“- (عین الفقر)

عاشقاں را قُوت و قُوّت جان کباب — فقیر فی اللہ ہمچو عنقا بے حساب

2: ”عاشقوں کی قوت وغذا اپنی جان کو کباب بنائے رکھنا ہے اِس لئے فقیر فنافی اللہ عنقا کی طرح اجر وثواب اور حساب وکتاب سے پاک رہتا ہے“- (نور الھدیٰ)

اس مصرع کا لفظی ترجمہ تو کچھ یوں کہ (عاشق اگر ظاہری نفع ونقصان کو پیشِ نظر رکھتے تو) عشق ومحبت کا شعلہ روشن کر کے کبھی بھی اپنے جگر کو نہ لگاتے- دراصل یہ سابقہ مصرع کا تسلسل ہے کہ اگر عاشق نفع ونقصان کے چکر میں پڑتے تو نہ وہ اپنا گھر بار قربان کرتے اور نہ دن رات نفس کے خلاف جہاد کرتے نظر آتے- بہر حال عاشق صادق اللہ عزوجل کی توفیقِ خاص اُسی کی رضا کی خاطر خون جگر پیتے رہتے ہیں، جیسا کہ آپ (رحمۃ اللہ علیہ) ارشاد فرماتے ہیں:

”عاشقوں کی قوت وزندگی کا دارومدار اِسی خونِ جگر کے پینے پر ہے- تمہیں بھی ہمیشہ خونِ جگر پینا ہے- جو شخص ہمیشہ خونِ جگر پیتا ہے وہ عاشق فقیر ہو جاتا ہے، اُسے خلوت وریاضت وچالیس روزہ چلے کی حاجت نہیں رہتی“ (نور الھدیٰ)- لیکن ایسا کرنا ہر ایک کی قسمت میں نہیں ہوتا اس لیے آپ (رحمۃ اللہ علیہ) نے ارشاد فرمایا: ”جب طالب اللہ سر دے دیتا ہے اور سرّ حاصل کر لیتا ہے تو اِس مقام پر اللہ سے واصل ہو جاتا ہے- ہزاروں طالبوں میں سے کوئی ایک آدھ عاشقِ جاں فدا ہی اِس مقام پر پہنچتا ہے“- (نور الھدیٰ)

3: ”اِستغراقِ بقاباللہ کا اِنتہائی مرتبہ یہ ہے کہ عارف فقیر خود سے فنا ہو کر نورِ اِلٰہی اور تجلیاتِ ذاتِ حق کے مشاہدے میں غرق ہو جائے اور اسے ایسی بقا حاصل ہو جائے کہ اُسے رسم رسوم یاد رہیں نہ طلب ومحبت، نہ اُسے جسم وجوہر یاد رہے اور نہ ذکر وفکر اور وہ قربِ حضور میں ایسا غرق ہو جائے کہ اُسے صبر یاد رہے نہ شکر- اللہ عزوجل کا فرمان مبارک ہے: ”اور اپنے ربّ کے ذکر میں اِس طرح غرق ہو جا کہ تجھے اپنی بھی خبر نہ رہے“- یہ مراتبِ یقین ہیں جو کسی مخالفِ نفس ومنصف وحق شناس وامین شخص کو حاصل ہوتے ہیں“- (کلید التوحید کلاں)

4: اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا:

”یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۚ“

”اطاعت کرو اللہ کی، اطاعت کرو اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی اور اطاعت کرو اُس کی جو تم میں سے صاحبِ امر ہو“- (النساء:59)

صاحب امر کی تفسیر میں علامہ نیسابوری (رحمۃ اللہ علیہ) لکھتے ہیں کہ اس سے مراد ”مشایخکم ومن بیدہ أمر تربیتکم“ تمہارے پیر ومرشد اور وہ لوگ ہیں جن کے ہاتھ میں تمہاری تربیت ہے“- (غرائب القرآن ورغائب الفرقان، زیرِ آیت: النساء:59)

یاد رہے! کامل تربیت اس وقت تک نہیں ہو سکتی جب تک طالب اپنی مرضی سے دست بردار ہو کر سب کچھ اپنے شیخ ومُرشد کامل کے حوالے نہیں کر دیتا اس لیے حضرت سلطان باھو (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں: ”مرشد طالب سے کیا چاہتا ہے؟ جانِ عزیز کی نقدی- جو طالب راہِ مولیٰ میں سر قربان نہیں کر سکتا وہ نامرد ہے اور معرفتِ لامکان سے محروم رہتا ہے- مرد طالب وہ ہے جو راہِ مولیٰ میں جان تو دے دے مگر دم نہ مارے- ایسا ہی طالب روشن ضمیر، باشعور اور لائقِ حضور ہوتا ہے“- (نور الھدیٰ)

آپ (رحمۃ اللہ علیہ) اپنے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں: ”مَیں راہِ حق میں سر قربان کر کے بے سر ہو چکا ہوں، میرا جسم یہاں ہے لیکن جان اللہ کے پاس ہے“- (عین الفقر)

English Translation of

SULṮĀN AL-‘ĀRIFĪN SULTAN BAHOO’S

Persian Book

‘AYN AL-FAQR

EYE OF SPIRITUAL-EXCELLENCE

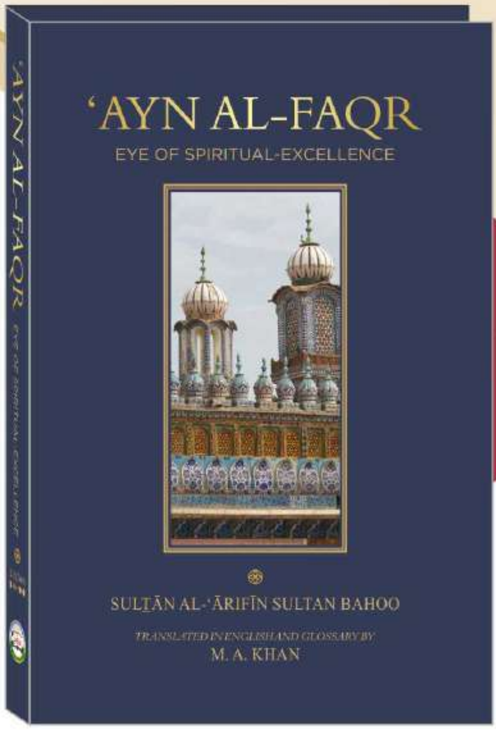

Published & Available

TRANSLATED BY

M. A. KHAN

Luton, UK

A Meaningful Struggle

International Standard

عین الفقر حضرت سلطان باھوؒ کی شاہکار تصنیف ہے جو طالبانِ مولیٰ کی رہنمائی کے لئے لکھی گئی ہے- یہ کتاب سالکانِ راہِ حق بالخصوص خانوادہ حضرت سلطان باھوؒ کو صدیوں سے فقر و تصوف کے بنیادی درس کے طور پر پڑھائی جا رہی ہے- ایم اے خان کی جانب سے کئے گئے اس انگریزی ترجمہ کا مقصد اس عظیم روحانی و ادبی ورثے کو انگریزی قارئین تک پہنچانا ہے- انہوں نے حضرت سلطان باھوؒ کی اصطلاحات کا منفرد انداز میں ترجمہ کیا ہے اور ان کی نہایت عالمانہ تشریح کی ہے جو پڑھنے والے کے لئے آسانی پیدا کرتی ہیں-

یہ ترجمہ حضرت سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ کے پیغام کو دُنیائے جدید میں پھیلانے کا مؤثر ذریعہ ہے-

علم دوست لوگوں کے لئے خوبصورت تحفہ

ہیڈ آفس: دربارِ عالیہ حضرت سخی سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ ضلع جھنگ (پنجاب) پاکستان

پی او بکس نمبر 11 جی پی او لاہور

ویب سائٹ: www.alfaqr.net

ای میل: alarifeenpublication@hotmail.com

العارفین پبلیکیشنز (رجسٹرڈ) لاہور-پاکستان

اپنے قریبی بک سٹال سے طلب فرمائیں